المسلک المنصور

فی رد

الکتاب المسطور

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

ناشر

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ (القرآن)

"اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّوْنَ" (الحدیث)

دی اُس نے جان عشق میں توحید کے لیے   مُردوں کو تو نے زندہ جاوید کر دیا

المسلک المنصور

فی ردّ

الکتاب المسطور

"تیرہ صدیوں میں اُمتِ مسلمہ کے اتفاقی و اجماعی عقیدہ کو صریح اور مضبوط دلائل سے اُجاگر کیا گیا ہے کہ اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّوْنَ اور یہ حیات گو اس دنیا میں بسنے والوں کے ادراک و شعور اور حس سے بالاتر اور وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ میں داخل ہے مگر ہے اُن جسادِ مطہرہ کے بواسطۂ ارواحِ طیبہ کے تعلق سے جو دنیا میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھے اور اسی حیات کے آثار میں سے ہے کہ عند القبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں لیکن جناب نیلوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ قبور میں حیات الانبیاء کا عقیدہ معتزلہ، جہمیہ معطلہ، منافقوں، روافض، قادیانیوں، ہندوؤں اور بریلویوں کا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اس پیش نظر کتاب میں ان کے باطل نظریہ کو باحوالہ نقل کر کے اس کا علمی اور تحقیقی تجزیہ کیا گیا ہے قارئین کرام خود فیصلہ کر لیں۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ○

ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ، و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں

طبع چہارم ــــــــــ ستمبر ۲۰۰۲ء

نام کتاب ــــــــــ المسلک المنصور

مؤلف ــــــــــ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدہم

تعداد ــــــــــ ایک ہزار

مطبع ــــــــــ مکی مدنی پرنٹرز لاہور

ناشر ــــــــــ مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت ــــــــــ ۲۴ روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ علمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۲
☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ، بنوری ٹاؤن کراچی
☆ مکتبہ حقانیہ نی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ دارالکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ مینگورہ سوات
☆ مکتبہ العارفی جامعہ امدادیہ فیصل آباد
☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال
☆ مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت
☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
☆ مکتبہ رحمانیہ محلہ جنگی پشاور
☆ مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گکھڑ

فہرست مضامین

عرضِ حال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ

راقم اثیم نے ۱۳۹۶ھ میں اکابر علماء دیوبند کے حکم اور ان کے قیمتی علمی مشوروں سے کتاب تسکین الصدور تالیف کی تھی بحمد اللہ تعالیٰ اس کو پاک و ہند کے جید اور مشہور علماء کرام نے بہت ہی پسند فرمایا اور سراہا اور اپنی علمی تصدیقات و تقریظات سے اُسے مزین کیا جس سے اہل علم میں بہت سے شکوک و شبہات دور ہو گئے اور اہل السنت والجماعت کا حق اور صحیح مسلک مُدلل و مُبرہن ہو گیا لیکن محترم جناب نیلوی صاحب نے تعصب، عناد اور ہٹ دھرمی کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر مسلک حق کو بالکل ناحق ظاہر کرنے اور پٹخنے کے لیے پہلے تو ندائے حق میں اور اب الکتاب المسطور میں ناروا سعی کی ہے اہل علم تو ان کی اس بے جا روش اور مغالطہ آفرینی سے کبھی بھی دھوکہ نہیں کھاتے اور نہ کھا سکتے ہیں کیونکہ عقل و خرد کی دولت رب تعالیٰ نے اس لیے دی ہے کہ صحیح و سقیم کی پرکھ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عقلاء سے دنیا خالی نہیں ہے لیکن دنیا میں کچھ لوگ ضدی، ہٹ دھرم، ضدی اور متعصب بھی ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو تو خدا تعالیٰ کے معصوم پیغمبر بھی نہیں منوا سکے ہاں مگر حضرات

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے دلائل و براہین کے لحاظ سے اتمام حجت کردی گئی ہے ہم نے بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اتمام حجت کے طور پر الکتاب المسطور میں درج شدہ زیادتیوں، خامیوں اور چیرہ دستیوں پر سرسری اور طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے عوام الناس کو آگاہ کیا ہے اور حق و منصور مسلک کے دفاع کا فرض کفایہ ادا کرنے کی حتی المقدور سعی کی ہے قارئین کرام سے گذارش ہے کہ وہ جناب نیلوی صاحب اور راقم اثیم کی باتوں کا تقابل کر کے صحیح بات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اگر علمی طور پر اس کتاب میں کوئی بات غلط نظر آئے تو بلاجھجک راقم اثیم کو اطلاع دیں انشاء اللہ العزیز سمجھ آنے پر غلط بات کی تصحیح میں تامل نہیں کیا جائے گا۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اٰمِیْن

ابوالزاہد محمد سرفراز

۱۰ رجب ۱۴۰۶ھ
۲۲ مارچ ۱۹۸۶ء

باب اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَالَ فِیْ حَقِّ الشُّہَدَاءِ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ وَالصلوٰۃ والسلام علی من قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ۔ وعلی من تبعہ الی یوم الدین

جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اما بعد بندہ ہیچمدان خادم علوم قرآن محمد حسین النیلوی غفر اللہ لہ و لوالدیہ عارض ہے کہ ۱۵ سال کا عرصہ ہوچکا ہے کہ بریلویہ عقیدہ کی تردید میں شفاء الصدور کتاب لکھی تھی پھر امید کے بالکل برعکس بریلوی چپ سادھ گئے مگر دیوبند دارالعلوم کے فارغ قبل ازیں رد بریلویت میں تسلی بخش کام کرتے رہے ہیں یعنی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب شفاء الصدور کی تردید میں تسکین الصدور لکھی پھر ندائے حق میں حق واضح کیا گیا چاہیئے تھا کہ ان ایک ہونے کی وجہ سے خاموش ہو جاتے مگر سماع الموتٰی اور طبع جدید تسکین الصدور لکھ کر بریلویت کے خشک درخت کو پانی دے دیا جس سے وہ ہرا ہو کر خوب برگ و بار لگ گیا ہے بلفظہ (الکتاب المسطور ص ۱۲) اس عبارت سے صاف عیاں ہو گیا کہ جناب نیلوی صاحب انہوں نے شفاء الصدور اور ندائے حق میں بریلویت کی تردید کی ہے اور ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ ہم نے شفاء الصدور محض بریلویہ کے رد میں لکھی تھی معتمدین علماء حق کی عبارات درج کر کے خود بریلویہ کے علماء کی عبارات بھی

درج کر دی تھیں تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور سمجھیں کہ جب قبر عرفی میں دھڑ پڑے سے نہیں
سُنتے تو ہم قبور پہ اگر پکار کر کیا کریں گے۔ اھ

الجواب: جناب نیلوی صاحب کی یہ عبارات صرف ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور
ہیں اور دکھانے کے اور ان سے انہوں نے محض سادہ لوح اور حقیقت ناشناس عوام کو خالص
اندھیرے میں رکھنے کی بالکل ناروا اور ناکام سعی کی ہے جس کا اصل حقیقت سے قطعی کوئی
تعلق نہیں ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ جناب نیلوی صاحب نے بریلویوں کے کسی خاص مسئلہ کی تردید کا کوئی
عنوان ہی قائم نہیں کیا اور نہ اس پر کوئی باب ہی باندھا ہے کتاب کا نام ہی شفاء الصدور فی
تحقیق عدم سماع من فی القبور ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا سماع موتٰی کے قائل صرف
بریلوی ہی ہیں یا اُمت کی اکثریت بھی سماع موتٰی کی قائل ہے؟ حضرات موالک، شوافع اور
حنابلہ تقریباً کبھی ہی سماع موتٰی کے قائل ہیں اور حضرات احناف کا بھی معتدبہ طبقہ سماع موتٰی کا قائل
ہے اور حضرات اکابر دیوبند کثّر اللہ تعالیٰ جماعتہم میں بھی اکثریت سماع موتٰی کی قائل ہے جنکے
حوالے سماع الموتٰی میں مذکور ہیں کیا جناب نیلوی صاحب کے نزدیک یہ سب بریلوی ہیں
جنکی تردید کا بیڑا انہوں نے اٹھایا ہے اور جن کے واضح اور منصوص مسلک کے رد کا فرض
منصبی وہ اپنے ذمے لیے ہوئے اور اس کے لیے پیچ و تاب کھاتے ہوئے ہیں ممکن
ہے کہ وہ یہ کہدیں ؎

قصور ہے کسی کے میں نے کی ہے گفتگو جن سے ۔۔۔ رہی ہے ایک تصویر خیالی روبرو ہوں

وثانیاً اس لیے کہ انہوں نے بزعم خویش الباب الاوّل میں قرآن کریم کی آیات کریمات
سے اور ان کی تفاسیر میں حضرات مفسرین کرامؒ سے عدم سماع موتٰی ثابت کیا ہے، مگر اسمیں

بری طرح ناکام رہے ہیں کیونکہ ان میں جس سماع کی نفی ہے وہ سماع نافع ہے نہ کہ مطلق سماع کیونکہ
مشبّہ (زندہ کافر) اور مشبّہ بہ (مردے) میں وجہ تشبیہ ایک ہی ہوتی ہے اور وہ سماع نافع ہے
نہ کہ مطلق سماع ورنہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ زندہ کافر بھی نہیں سنتے مزید تفصیل الشہاب المبین میں
ملاحظہ فرمائیں اور الباب الثانی میں احادیث و آثار نقل کرکے ان سے سماع موتٰی کی نفی کی ہے
مگر یہاں بھی انہوں نے وہی غلطی کی ہے جو آیات و تفاسیر کے سمجھنے میں کی ہے۔ اور
الباب الثالث میں انہوں نے اپنی فہم ناقص سے حضرات صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ان کے
اجماع سکوتی سے عدم سماع کا اثبات کرکے سابق کی طرح ٹھوکر کھائی ہے اور الباب الرابع
میں انہوں نے قائلین سماع موتٰی کے دلائل کے جوابات دینے کی لاحاصل سعی کی ہے اور
الباب الخامس کا عنوان ہی یہ ہے ملحدین و متبعین سماع موتٰی الخ (ملاحظہ ص۱۰۱ طبع اوّل)
الغرض جناب نیلوی صاحب نے کتاب شفاء الصدور میں اوّل سے لے کر آخر تک اہل حق
ہی کی تردید کی ہے نہ کہ بریلویوں کی جناب نیلوی صاحب نے عام اموات کے سماع کی نفی سے
آگے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے سماع کی بھی
صاف نفی اور صریح انکار کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں اور جو لوگ عند قبری، عند قبری کا وظیفہ پڑھتے
رہتے ہیں وہ بھی سُن لیں کہ تین دیواروں میں قبر شریف محفوظ ہے جہاں ہوا کا بھی گذر نہیں ہو سکتا
چہ جائیکہ آواز جاسکے وہ صورت بھی مفقود ہے بلفظہٖ (شفاء الصدور ص۱۰۶ طبع اوّل)

جناب نیلوی صاحب نے سائنس کے اس ترقی یافتہ دور میں جس میں سات سمندر پار کی
خبریں آج لوگ اپنے بند کمروں میں بخوبی سُنتے ہیں صحیح حدیث اور تعامل امت سے ثابت،
مشہور اجماعی و اتفاقی مسئلہ (سماع صلوٰۃ وسلام وغیرہ عند القبر) کو اپنے فاسد قیاس سے رد کیا ہے
بلا نقص کے (جو یہاں صحیح حدیث ہے) ہوتے ہوئے قیاس اور عقلی ڈھکوسلوں کا کیا کام

اور انہیں کون مانتا ہے؟ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بحضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں اھ (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۰۴ طبع جدید برقی پریس دہلی) اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کو بھی یہ تسلیم ہے کہ جو درود شریف روضہ مبارک پر پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضورﷺ پر پیش ہوتا ہے اور آپ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں (امداد الفتاویٰ ص۱۱۰ ج۴) اور اس مسئلہ پر اس اتفاق و اجماع کا اقرار جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بزرگوں کو بھی ہے چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن میں تصریح موجود ہے کہ باقی رہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق یعنی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اس بارے مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن میں سے حضرت مولانا سید عنایت شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا فرق العبارۃ الخ بلفظہ۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۳ء ص۱۸، ص۱۹)

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع میں بجز جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی کے اور کسی کا اختلاف نہیں اور امت مسلمہ میں یہی پہلے بزرگ ہیں جو اس میں اٹھے۔ سینہ زوری اور زور بیان سے سماع الصلوٰۃ والسلام عند القبر کے منکر ہیں محترم جناب نیازی صاحب کا یہ اخلاقی اور علمی فریضہ تھا کہ وہ عام سماع موتیٰ سے انکار کرتے وقت اس مسئلہ کو الگ کر دیتے کیونکہ یہ امت کا

اجماعی و اتفاقی مسلک ہے مگر انہوں نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم سب کے عند القبور سماع کا قطعاً اور کلیۃً انکار کر دیا ہے بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ

ان مسئلۃ سماع الموتی واجابتہم ومعرفتہم مختلق الملحدین الخ (شفاء الصدور ص۱۰ طبع اول)

بلاشبہ سماع موتیٰ اور ان کے جواب دینے اور ان کی معرفت کا مسئلہ ملحدین کا گھڑا ہوا ہے

اور باب پنجم کا عنوان ہی یہ ہے ملحدین و مبتدعین قائلین سماع موتیٰ (ص۱۰۶)

ابھی باحوالہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عند القبور سماع اتفاقی و اجماعی مسئلہ ہے اور عام اموات کے سماع کا مسئلہ اختلافی ہے حضرات صحابہ کرامؓ سے تاہنوز اس میں اختلاف چلا آرہا ہے مگر امت کی اکثریت سماع کی قائل ہے اور اس پر احادیث صحیحہ کثیرہ دال ہیں چنانچہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں کہ

ان سماع الموتی ثابت فی الجملۃ بالاحادیث الکثیرۃ الصحیحۃ (فتح الملہم ص۴۹۰ ج۲)

بے شک فی الجملہ سماع موتیٰ احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے۔

اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

اقول والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفی حدیث صححہ ابو عمر: ان احدا اذا سلم علی المیت فانہ یرد علیہ ویعرفہ ان کان یعرفہ فی الدنیا (بالمعنی) اھ (فیض الباری ص۶۴ ج۲)

میں کہتا ہوں کہ سماع الموتیٰ کے بارے میں احادیث بلاشبہ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور ایک حدیث میں ہے جس کی امام ابو عمر ابن عبد البرؒ (وغیرہ) تصحیح کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی میت کو سلام کہتا ہے تو وہ اسے جواب دیتی اور اسے پہچانتی ہے اگر دنیا میں ان کا تعارف تھا۔

جناب نیلوی صاحب کا علمی و اخلاقی فرض تھا کہ وہ جس پہلو کو حق اور صحیح سمجھتے تھے۔ اُسے دلائل سے اجاگر کرتے لیکن جمہور امت کو ملحد اور مبتدع تو نہ قرار دیتے اور نہ احادیث صحیحہ متواترہ کا انکار کرتے جب کہ عمومی طور پر احادیث صحیحہ کے انکار کی جراءت غلام احمد پرویز اور دیگر منکرین حدیث کو بھی نہیں ہوئی وہ بھی بزعم خویش اُن احادیث کو اپنے انکار و تاویل کا نشانہ بناتے ہیں جو اُن کے نزدیک عقل اور تاریخ و مشاہدہ کے خلاف ہیں باقی احادیث کو وہ بھی تاریخی سرمایہ اور ظنی درجہ میں تسلیم کرتے ہیں جب کہ جناب نیلوی صاحب کا بے باک قلم اپنے غلط کار مشیر کے حکم کی تعمیل میں علم، تحقیق، دیانت اور خدا خوفی کی تمام حدود پھلانگ گیا ہے گر

کون کرتا ہے مجنوں کے آگے صحرا زاہدا! سر کو دے دے مار کر توڑیں گے بتخانے کو ہم

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ صحیح اور متواتر احادیث کے خلاف احتیاط سے کام لیتے اور ان احادیث کے مطابق عمل کرنے والوں کو جو اُمت کی اکثریت ہے ملحد اور مبتدع کہنے سے گریز کرتے۔ کیونکہ تواتر کا انکار کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ مستفیض اور متواتر کے بارے حضرت قطب الدین احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ۔

اما المستفیض باللفظ فاعنی به الحدیث یرویه عنه صلی الله تعالی علیه وسلم ثلاثة من الصحابة او اکثر وحالهم فی الصدق والتقوی ما قد علم وقد شهد لهم رسول الله صلی

لفظی مشہور حدیث سے میری مراد وہ حدیث ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین یا زیادہ صحابہ کرام روایت کریں اور ان کی سچائی اور تقویٰ کا حال تو معلوم ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے یہ شہادت دی ہے کہ وہ بہترین جماعت ہیں

الله تعالی علیه وسلم انهم خیر الفرق (القرون) وحث الناس علی تعظیمهم ونهاهم عن سبهم فكانت الاحادیث المستفیضة من هذا الوجه متواترا او ملحقاً بالمتواتر. وهی كثیرة موجودة فی كل باب من ابواب الفقه والسیرة اتفقت صیغ الاداء فیها او اختلفت

(تفہیمات الٰہیہ ص۲۱۲)

اور لوگوں کو ان کی تعظیم پر آمادہ کیا ہے اور ان کو برا کہنے سے منع کیا ہے تو اس لحاظ سے مستفیض حدیثیں متواتر یا تواتر سے ملحق ہوں گی اور یہ فقہ اور سیرت کے ہر باب میں بکثرت موجود ہیں ادا کے الفاظ متفق ہوں یا مختلف۔

اور سماع موتیٰ عند القبور کی حدیثیں بھی اسی مد کی ہیں اکابر علماء کا یہ طریقہ تھا اور ہے کہ وہ ان احادیث کو تسلیم کرتے ہوئے حسب فہم اس کی مناسب تاویل کرتے ہیں لیکن فریق ثانی کو ملحد و زندیق اور مبتدع کسی نے نہیں کہا تکفیر سازی کا یہ عہدہ جناب نیلوی صاحب اور ان کے سید سند کو ہی حاصل ہے ۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

اور علامہ طاہر بن صالح بن احمد الجزائری تحریر فرماتے ہیں کہ

والمتواتر یکفر جاحده (توجیه النظر الی اصول الاثر ص۴۶) متواتر کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ تواتر کی قسمیں اور اس کا حکم رئیس المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب نے فیصلہ مقدمہ بہاولپور ص۲۲۳ میں اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم ص۳ و ص۴ میں تفصیل سے بیان کیا ہے جناب نیلوی صاحب کو بہت ہی

زیادہ مناسب اور بیحد ضروری تھا کہ وہ اس میدان میں انتہائی احتیاط سے قدم رکھتے اور قائلین
سماعِ موتیٰ کو ملحد اور مبتدع نہ قرار دیتے کیونکہ اُن کے پاس متواتر احادیث ہیں اور امتِ مسلمہ
کی اکثریت ان کے ساتھ ہے اور مشہور ہے کہ ؏

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

واقعہ یہ ہے کہ شفاء الصدور میں جن مسائل کو تختۂ مشق بنایا گیا ہے وہ یہ ہیں کہ حضرات
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات قبر میں ان کے اجسام عنصریہ سے متعلق نہیں ہے
اور وہ عند القبور صلوٰۃ و سلام وغیرہ نہیں سنتے اور استشفاع عند قبور الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کو بھی شرک کہا ہے[ل] اور زور دار الفاظ میں سماعِ موتیٰ کی نفی کی ہے اور جن اکابر علماءِ امت نے
حیات الانبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور عند القبور صلوٰۃ و سلام کے سماع اور استشفاع عند القبور
اور سماعِ موتیٰ کے سلسلہ میں کتابیں یا مسائل لکھے ہیں ان کو نام لے لے کر کوسا ہے اور
ان کے اقوال کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ سننے اور کلام کرنے کی بات
اکثر سبکیؒ، سیوطیؒ، زرقانیؒ، یافعیؒ، محب الدین طبریؒ، نوویؒ، قاضی عیاضؒ وغیرہ کی ہیں جن میں
سے کوئی بھی حنفی مسلک کا نہیں الیٰ قولہ الّا ملا علی قاریؒ اور ابن عابدینؒ وغیرہ جو دو ایک کمتر

[ل] چنانچہ لکھتے ہیں، اور علماء سو بھی اُن کو تعلیم دیتے ہیں کہ اگرچہ وہ دور سے نہیں تو قبر کے اوپر جاکر اگر پکارا جائے
اور سفارشیں کروائی جائیں اور درخواستیں بھیجی جائیں تو مُردے سنتے جانتے ہیں معاذ اللہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ
تعالیٰ ایسے غلط عقائد اور شرکیہ خیالات اور بدعیہ حرکات و سکنات سے بچائے اگر اس قسم کے شرع میں جائز
ہوتے تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مزار مبارک پر جاکر کہتے لیکن اللہ تعالیٰ نے
اپنے محبوب سید الانبیاء علیہم السلام کی قبر مبارک کو ایسے کرتوں سے پاک رکھا ہے بلفظہ (شفاء الصدور ص۲۶)

حنفی ہیں۔ ملخصاً) کی عبارتیں الیٰ قولہ تو یہ اقوال حجت نہیں ہیں (ص۹۱) اور ص۱۰ میں لکھتے ہیں کہ
ملا علی قاریؒ اپنی کتابوں میں بہت غلطیاں کر جاتے ہیں الخ اور ص۱۱ میں لکھتے ہیں کہ پھر قاری صاحبؒ
کی ہر بات پر اعتماد کرنا درست نہ ہوا خصوصاً جب کہ وہ سبکیؒ اور سیوطیؒ کی تقلید میں کوئی
بات لکھ جائیں اسی طرح ابن عابدینؒ نے محمد بن عبد الوہاب کے بارہ میں سُنی سنائی بات لکھ
دی ہے الخ اور ص۶۵ میں لکھتے ہیں کہ ابن الہمامؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عند القبر سماع ثابت ہے (ملخصاً) جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں
کہ یہ قول معتبر نہ سمجھا جائے گا۔ اور ص۲۳ میں امام بیہقیؒ کا رد کیا ہے اور ص۶۶ کے حاشیہ
میں علامہ بحر العلوم عبد العلیؒ کی کتاب رسائل الارکان الاربعۃ کی تردید کی ہے اور ص۸۰ کے حاشیہ
میں حضرت نانوتویؒ کا نام لے کر ان کی تردید کی ہے اور ص۸۷ میں امام عبد الحق اشبیلیؒ کا رد
کیا ہے اور ص۹۲ میں حافظ ابن کثیرؒ کی تردید کی ہے اور ص۸۳ میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے
حافظ ابن القیمؒ جیسے موحد جید عالم ماحی الشرک ماحی البدع سے سماعِ موتیٰ کا قول دیکھا تو
حیران اور متعجب رہ گیا (ملخصاً) اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب اکابر علماءِ امت بریلوی تھے
جن کی تردید کا ٹھیکہ جناب نیلوی صاحب نے لیا ہے؟ جناب نیلوی صاحب آپ ہی انصاف
سے کہیں اگر انصاف نامی کوئی چیز آپ کے پاس ہے کہ آپ تو ان اکابر کے نام لے
لے کر ان کے حق اور صحیح نظریات کی تردید کریں۔ اور راقم اثیم جانتے ہوئے خاموش رہے
اور دفاع کا حق اور فرض کفایہ ادا نہ کرے؟ آخر کیوں؟ آپ کس سادگی سے عوام کو دھوکہ
دے رہے ہیں کہ مشن ایک ہونے کی وجہ سے کر خاموش ہو جاتے الخ جناب نیلوی صاحب
ایسا صریح دھوکہ تو نہ دیں آپ نہ تو حنفی ہیں نہ دیوبندی صرف اپنی ناقص عقل کے پیروکار ہیں
آپ کو حنفیت اور دیوبندیت سے کیا واسطہ اور تعلق ہے؟

ہو چکا قطع تعلق تو جفائیں کیوں ہوں ... جن کو مطلب نہیں رہتا وہ ستاتے بھی نہیں

حیرت و افسوس

اہل علم جانتے ہیں کہ بعض مسائل میں اختلاف بھی ہوتا ہے مگر اختلافی مسائل میں کوئی دوسرے فریق کو مشرک، مبتدع، ملحد، علماء سوء اور شریر نہیں کہتا لیکن جناب نیلوی صاحب کا باوا آدم ہی نرالا ہے وہ عام اموات کے سماع اور عدم سماع کے اختلافی مسئلہ سے آگے نکل کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عند القبر سماع کے اجماعی اور اتفاقی مسئلہ کو اور استشفاع عند القبر کے بین الفقہاء مُسلّمہ مسئلہ کو تسلیم کرنے والوں کو بھی مشرک، مبتدع، ملحد، علماء سوء اور شریر کہنے سے بھی نہیں چوکتے سابق حوالوں کے علاوہ مزید ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں کہ

یہ اُمور جو مشہور ہیں یہ شریروں کے گھڑے ہوئے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ صحاح کے مصنفین جو کامل محدث تھے ان چیزوں کو نہیں پیش کرتے جن کو بیہقیؒ، سبکیؒ اور سیوطیؒ پیش کرتے ہیں حالانکہ ان کی تصنیفات حدیث میں کم درجہ کی ہیں جیسا کہ اصول حدیث کی کُتب کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے (مسئلہ ص ۲۳)

جناب نیلوی صاحب! کیا آپ نے بخاری ص ۱۷۸ ج ۱ اور مسلم ص ۳۸۶ ج ۲ کی صحیح حدیث انّہٗ لَیَسْمَعُ قرع نعالہم تسلیم کر لی ہے جس پر حضرت امام بخاریؒ نے باب المیت یسمع خفق النعال (بخاری ص ۱۷۸ ج ۱) باندھا ہے اور کیا آپ نے صحیحین کی یہ روایت ما انتم باسمع لما اقول منہم (بخاری ص ۵۶۶ ج ۲ و مسلم ص ۳۸۶ ج ۲) مان لی ہے؟ اور کیا آپ نے ابوداؤد ص ۲۷۹ ج ۱ کی یہ صحیح حدیث ما من احد یسلّم علیّ الّا رد اللّٰہ علیّ روحی حتّٰی ارد علیہ السلام قبول کر لی ہے؟ اور کیا آپ نے ابن ماجہ ص ۱۱۹ کی یہ جید حدیث انّ اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد

الانبیاء فنبی اللّٰہ حیّ یرزق کا اقرار کر لیا ہے! جب آپ نے صحاح ستہ کے کامل محدثین کی حدیثیں بھی تسلیم نہیں کیں تو امام بیہقیؒ، حافظ سبکیؒ اور علامہ سیوطیؒ کو کوسنے کا ادھار کیوں کھائے بیٹھے ہیں؟ صاف کہہ دیں کہ میں اپنے گجراتی مشن کے خلاف کوئی حدیث ماننے کے لیے تیار نہیں اور آپ نے اپنی جملہ کتابوں میں قولاً و عملاً اس کا ثبوت بھی دیا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ تمام صحیح حدیثوں میں کیڑے نکالے ہیں اور جمہور شراح حدیث کے صریح حوالوں کے خلاف شاذ اور ادھورے اقوال پر مورچہ بندی کی ہے ؎

ستم کا آشنا تھا بھی کے دل دُکھا گیا ... کہ شامِ غم تو کاٹ لی سحر ہوئی چلا گیا

ور اتفعا اس لیے کہ جناب نیلوی صاحب کا اصل مقصد تو حضرات فقہاء کرامؒ اور اکابر علماء دیوبند کثّر اللّٰہ تعالیٰ جماعتہم کی پُرزور تردید ہے بریلویہ کا تو صرف نام استعمال کرتے ہیں چنانچہ وہ مسئلہ استشفاع کے بارے میں لکھتے ہیں۔ بس ہم اب آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضورؐ سے دُعاء استغفار کا جو معتبر کُتب میں لکھا جا چکا ہے وہ سب باغیوں کا لکھا ہوا ہے اور بس بلفظہٖ (ندائے حق ص ۲۱۱ طبع اوّل)

قارئین کرام! یہ ہے جناب نیلوی صاحب کے نزدیک معتبر کتابوں کا حشر ہم نے تسکین الصدور میں استشفاع عند القبر کے متعدد کُتب فقہ و مناسک سے حوالے عرض کیے ہیں مثلاً نور الایضاح، طحطاوی، مجمع الأنہر، کتاب الاذکار للنووی، لباب المناسک، منسک متوسط، المنحۃ الوہبیۃ، شامی، فتح القدیر، وفاء الوفاء، عالمگیری، رسائل الارکان، فتاوی عزیزی، زبدۃ المناسک، فتاوی رشیدیہ اور تحریرات حدیث وغیرہ لیکن بقول نیلوی ان سب کتابوں میں باغی گھس گئے ہیں اور اپنی باغیانہ کارروائی کرتے ہوئے ان میں یہ گھسیڑ گئے ہیں اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ایسی بڑ تو نشہ کرنے والا کوئی مجذوب ملنگ

بھی نہیں مارتا جو جناب نیلوی صاحب نے ماری ہے اور اب طبع جدید میں لکھتے ہیں کہ

میرا خیال یہ ہے کہ ایسی ایسی باتیں اکابر کی کتابوں میں درج کرنے کا غیر مذہب والوں نے منصوبہ بنا رکھا تھا کہ آنے والی نسلیں ان اکابر کی کتابوں کو دیکھ کر گمراہ ہوں بلفظہٖ۔ (الکتاب المسطور صفحہ ۲) سبحان اللہ تعالیٰ۔

یہ ہے الشیخ المحقق النیلوی صاحب کی تحقیق انیق جو عجائب گھر میں آویزاں کرنے کے قابل ہے۔ اس تحقیق اور تدقیق کے بعد کسی اسلامی کتاب کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ اس پر اعتبار کیا جا سکے؟ جب مشہور، معتبر، مستند، درسی اور متداول کتابوں کا یہ حال ہے تو پھر اسلامی کتب کے ذخیرہ کا کیا حال ہوگا۔ ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔

المہند علی المفند اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ المہند کے مرتب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری (المتوفی ۱۳۴۶ھ) صاحب بذل المجہود شرح ابی داؤد ہیں اور اس میں دیگر مسائل کے علاوہ حیات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مسئلہ بھی ہے اور اس پر تقریباً چوبیس ۲۴ اکابر علماء دیوبند کے دستخط اور ان کی تصدیقات ہیں چند مختصر سے صفحے ہیں کوئی لمبی کتاب نہیں ان اکابر میں حضرت شیخ الہندؒ حضرت تھانویؒ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلویؒ وغیرہ شامل ہیں جناب نیلوی صاحب المہند پر مفتی اعظم ہندؒ کی تقریظ کا جواب کے عنوان میں لکھتے ہیں۔

المہند سے استاذ جیؒ کے دستخط کرنا فضول سی بات ہے کیونکہ کسی معتمد علیہ کی تصنیف شدہ کتاب کو تقریظ کرنے والا تقریظ کرتے وقت من اولہ الی آخرہ ایک ایک حرف کرکے کوئی نہیں دیکھتا خصوصاً وہ ہستیاں جن کے سر پہ جیسیوں ذمہ داریاں ہوں۔ الی قولہ پھر خود المہند میں ایسی غلطیاں ہیں جن کی نسبت ان جید علماء کی طرف کرنا ان کی توہین

ہے پھر اس میں کئی کتابت کی غلطیاں ہیں بلفظہٖ (الکتاب المسطور جلد اول صفحہ ۶۱)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ المہند کے صرف چند صفحات ہیں کوئی لمبی چوڑی کتاب نہیں اور یہ نہایت ذمہ دار حضرات کی طرف سے علماء عرب کو جواب میں بھیجی گئی کیا چند صفحات کے لیے بھی آپکے استاد جیؒ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ اور دیگر حضرات کے پاس وقت نہ تھا؟ اور روا روی میں گویا سوتے ہوئے اس پر دستخط جڑ دیئے؟ ان ذمہ دار حضرات کی طرف جو علم و عرفان کے خزینے تھے ایسی غیر ذمہ دارانہ نسبت کا کیا مطلب ہے؟

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم　　تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

الغرض اصل مقصد تو جناب نیلوی صاحب کا صرف حضرات مختار کرامؒ اور اکابر علماء دیوبند کی تردید ہے بریلویہ کا لفظ تو محض بطور ڈھال اور آڑ کے استعمال کرتے ہیں۔

جناب نیلوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ

روایت کی تصحیح و تحسین کی بابت سیوطیؒ کا تساہل مشہور ہے (مگر حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سخاویؒ وغیرہ تو متساہل نہیں ہیں۔ صفدر) اور زرقانیؒ کا حال بھی کسی عالم سے مخفی نہیں اور سید محمد انور شاہ صاحبؒ نے انہیں کی کتابیں دیکھ کر سند جید فرمادیا مولانا عثمانیؒ کا بھی یہی حال ہے بلفظہٖ (ندائے حق طبع اول صفحہ ۱۳۹) اگر ان بزرگوں کا یہ حال ہے تو جناب نیلوی صاحب کس باغ کی مولی ہیں؟ ع تجھ سے کوئی گلہ نہیں ہے　　قسمت میں تری صلہ نہیں ہے۔

اور نیز جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں یہ نام نہاد بسیتی دیوبندی دراصل تقیہ کرنے والے بریلوی ہیں اھ بلفظہٖ (صفحہ ۱۵۶ ج ۱) اور نیز لکھتے ہیں

اگر زمانۂ حال کے بنا سیتی دیوبندی علماء کہیں کہ صاحب شفاء الصدور نے عربی عبارت کا مطلب غلط بیان کیا ہے الخ (ایضاً صفحہ ۱۵۹) اور نیز لکھتے ہیں۔

بناسپتی تمام نساد دیوبندیوں سے پوچھو الخ (ایضاً ص ۱۵۷)

قارئین کرام! انصاف سے فرمائیں کہ کیا یہ بریلویوں کی تردید ہو رہی ہے یا دیوبندیوں کی؟ اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ دیوبندی تھے یا بریلوی؟ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ ؎

وہ عرصۂ حمیت و دین کے شہسوار　　اہل نظر کے واسطے ہیں گوہر آبدار

دوسرا اس لیے کہ جناب نیلوی صاحب نے شفاء الصدور ص ۹۱ طبع اول میں عند القبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عدم سماع کے ضمن میں مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر بیان کیا ہے اور ص ۹۲ کے حاشیہ میں ضمنی طور پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب اور حاضر و ناظر سے متصف نہ ہونے اور دور سے سماع کی نفی کی ہے بس ان کی کتاب میں یہی رد بریلویت ہے جو صرف ضمنی ہے باقی تمام کتاب حضرات فقہاء کرامؒ اور اکابر علماء دیوبند کے نام لے لے کر تردید کے لیے وقف ہے لیکن عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ کتاب شفاء الصدور تو رد بریلویت کے لیے وقف تھی مگر راستہ میں صفدر سے محاذ آرائی ہو گئی اور مشن ایک ہونے کی وجہ سے انہیں خاموش رہنا چاہیئے تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ صفدر تو یہی کہے گا کہ ؎

اگر حق ہو تو جھکتا ہے سر ادنیٰ سے اشارے پر　　جو باطل ہو تو خنجر کے بھی آگے خم نہیں ہوتا

جناب نیلوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ ایک میرے پرانے دوست محقق اور مصنف مدرس اور مبلغ ہیں (مراد اس سے راقم اثیم ہے۔ صفدر) آشنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے مُردوں کے نہ سننے پر کوئی دلیل نظر نہیں آتی الخ (شفاء الصدور طبع اول ص ۳۸ ملخصاً) تو سچ مچ آج تک عدم سماع کی کوئی قطعی صریح اور صحیح دلیل نہیں ملی۔ اور اہل علم کیا موافق اور

کیا مخالف بھی بخوبی جانتے ہیں کہ راقم اثیم فاضل دیوبند ہے بریلوی نہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اس دور میں جس طرح بریلویوں کے باطل عقائد اور بدعات کی معقول تردید راقم اثیم نے کی ہے وہ عیاں را چہ بیاں کا مصداق ہے۔

بخلاف جناب نیلوی صاحب کے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں فہم و بصیرت کو جواب دیکر اور تعصب و عناد کے تیز رو گھوڑے پر سوار ہو کر بے جوڑ اور بے ربط حوالے جوڑ جوڑ کر اپنی ناقص فہم سے نتائج اخذ کیے ہیں جو نفس الامر میں اس کا مصداق ہیں کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

انتہائی تعصب

جناب نیلوی صاحب جمہور امت اور حضرات فقہاء کرامؒ کو کسی دلائل سے عاری تصور کرتے ہوئے موج میں آ کر لکھتے ہیں۔

سو اگر تو کہے کہ ہم اس مسئلہ کی کوئی دلیل تو نہیں جانتے لیکن ہم بڑے بڑے حضرات فقہاء کرامؒ کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اس لیے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے اور وہ صرف وہی بات کہتے ہیں جس کو انہوں نے اوروں سے حاصل کیا ہو آگے میں (نیلوی) کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ جھوٹ نہیں بولتے لیکن خطا اور صدور نسیان ان سے ممکن ہے (شفاء الصدور ص ۹۷ طبع اول) اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڑے بڑے حضرات فقہاء کرامؒ تو خطا و نسیان کا شکار ہو سکتے ہیں لیکن اگر معصوم ہیں تو صرف جناب نیلوی صاحب ہی ہیں جو علمی اور تحقیقی میدان میں خالص مجذوب اپنی ناقص و باطل رائے پر بے حد گھمنڈ کرنے والے دعویٰ و دلیل کی مطابقت سمجھنے سے خالص کورے اور عبارات کا صحیح مطلب سمجھنے سے بالکل تہی دست ہیں مشہور ہے کہ ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آتا رہتا ہے یہی حال جناب نیلوی صاحب کا ہے کہ انہیں اپنی مردود رائے کے خلاف صحیح رائے رکھنے والے بھی بریلوی، خطا کار اور اصحاب

نسیان نظر آتے ہیں۔

تذمیل یہ عنوان قائم کر کے جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔

آجکل کے اہل بدعت بھی باوجود ادعائے حنفیت چونکہ سماع موتٰی کے قائل ہیں اس لیے انہوں نے بھی ایک شاخسانہ نکالا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور مشائخ حنفیہ بھی سماع کے قائل ہیں یہ ان کی صریح جہالت ہے یا شہ زوری ورنہ کتب حنفیہ اس کی تصریحات سے پُر ہیں الخ (شفاء الصدور ص۵ طبع اول)

اردو دان حضرات لفظ بھی کا مطلب جانتے ہی ہیں کہ اصل مقصد تو فقہاء کرامؒ اور اکابر علماء دیوبند کی تردید ہے ہاں آجکل کے اہل بدعت بھی ان کے ساتھ شامل ہیں لہذا ضمناً انکی تردید بھی ہو جاتی ہے سماع الموتٰی ص۱۸۲ میں ہم نے العرف الشذی ص۲۵۲ کے حوالہ سے سماع موتٰی کے بارے حضرت امام ابو حنیفہؒ اور مشائخ حنفیہ کا محقق مذہب عرض کر دیا ہے وہاں ہی ملاحظہ فرمالیں کہ ان کا مسلک کیا ہے؟

لطیفہ:۔ نیلوی صاحب تو لکھتے ہیں کہ شفاء الصدور ہم نے محض بریلویہ کے رد میں لکھی ہے حالانکہ فریق مخالف کے اعلٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب وغیرہ کا حوالہ وہ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اسی طرح بریلویوں کے مولوی احمد رضا خان نے اپنے ملفوظات حصہ سوم میں لکھا ہے جواب سوال مانند عرض ام المومنین عائشہ صدیقہ کا انکار سماع موتٰی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟ ارشاد نہیں! وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں وہ مُردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں۔ مُردے کون ہیں؟ جسم! روح مُردہ نہیں اور بے شک جسم نہیں سنتا سننی روح ہے ملفوظات حصہ سوم از مولوی احمد رضا خان بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ وقال

صاحب کتاب تحقیق لاریب ص۱۹۳ جو احادیث یا عبارات کتب نفی سماع کی ہیں وہ جسد پر محمول ہیں انتہی بلفظہٖ (شفاء الصدور ص۹۳)

قارئین کرام! نفی سماع موتٰی کے بارے جو عقیدہ نیلوی صاحب کا ہے، کہ سماع میں جسم عنصری کا کوئی تعلق نہیں، وہی مولوی احمد رضا خان صاحب کا ہے اب آپ انصاف سے فرمائیں کہ یہ بریلویوں کی تردید ہے یا ان کی تائید؟ جناب نیلوی صاحب کے حواریوں سے گذارش ہے کہ وہ انہیں اپنی سمت درست کرنے کی تلقین کریں اور یہ کہیں سه

سفینہ ہے چلا ہے کس مخالف سمت کو ظالم   ذرا ملاح کو سمجھایئے برسات کے دن ہیں

حیرت قارئین کرام ضرور اس مغالطہ میں مبتلا ہوں گے کہ جناب نیلوی صاحب نے قائلین سماع موتٰی کو جو ملحد اور مبتدع قرار دیا ہے تو ضرور وہ بھی قطعی دلائل سے لیس ہوں گے ورنہ اتنی بڑی جرأت اور جسارت کا ارتکاب کیسے ہو سکتا ہے، اس کا تفصیلی جواب تو آپ حضرات کو تسکین الصدور، سماع الموتٰی اور الشہاب المبین میں ملیگا اختصاراً ہم یہاں ان کے بعض دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے ان کے مشیر سید وسند جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی نے بھی اور خود جناب نیلوی صاحب نے بھی عدم سماع موتٰی کا مسئلہ سمجھا اور بعض سے محض کشید کیا ہے اصولی طور پر ان کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) قرآن کریم کی وہ آیات کریمات جن میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے عدم سماع اور غفلت وبے خبری کا ذکر موجود ہے مثلاً وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ o اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَاءَکُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ الآیۃ (پ۲۲۔ الفاطر۔ رکوع ۲) اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوائے وہ مالک

نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے۔ اگر تم اُن کو پکارو سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سُنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام پہ (ترجمہ از شیخ الہندؒ) اور مثلاً وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (پ ۲۶۔ الاحقاف۔ رکوع ۱) اور اُس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ پہنچے اُس کی پکار کو دن قیامت تک اور اُن کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ) وغیرہما من الآیات۔ علم سے معمولی رابطہ رکھنے والا طالب علم بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس مضمون کی آیات سے عدم سماع موتٰی پر استدلال بالکل غلط ہے اور عدم سماع موتٰی پر ان سے استدلال بالکل سینہ زوری اور محض کشید ہے کیونکہ مِنْ دُوْنِهٖ اور مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے مجمعہ عام ہیں زندوں اور مردوں سب کو شامل ہیں اگر بقول منکرین سماع موتٰی ان آیات کریمات سے قبور کے پاس سے سماع موتٰی کی نفی ثابت ہے تو راستے چلتے کے آس پاس کے قریب زندوں کے سماع کی بھی نفی کریں کہ آخر وہ بھی تو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور مِنْ دُوْنِهٖ میں داخل ہیں پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ زندے تو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور مِنْ دُوْنِهٖ کے افراد اور مصداق ہوکر بھی سماع قریب سے متصف ہوں اور مُردوں کے حصہ میں صرف عدم سماع ہی آئے؟ غرضیکہ جس طرح مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور مِنْ دُوْنِهٖ کا مصداق مُردے ہیں اسی طرح زندے بھی ہیں اگر قریب سے زندے سنتے ہیں تو عند القبور موتٰی کا سماع بھی ممکن بلکہ واقع ہے جگہ وایک ہی پہلو پر نہ جمود ورنہ دوسرا پہلو بھی پیش نظر ہے مگر ؎

ڈرتا ہوں آسمان سے بجلی نہ گر پڑے — صیاد کی نگاہ سوئے آسماں نہیں

غرضیکہ اس مضمون کی جملہ آیات عدم سماع موتٰی سے قطعاً غیر متعلق ہیں اور ان سے

یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔

(۲) وہ آیاتِ کریمات جن میں مثلاً اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى الآیۃ (پ ۲۰۔ النمل۔ رکوع ۲) (پ ۲۱۔ الروم۔ رکوع ۵) البتہ تو نہیں سُنا سکتا مُردوں کو (ترجمہ از شیخ الہندؒ) اور مثلاً اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ (پ ۲۲۔ الفاطر۔ ۳) اللہ سُناتا ہے جس کو چاہے اور تو نہیں سُنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو (ترجمہ شیخ الہندؒ) وغیرہما من الآیات ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ان سے عدم سماع موتٰی ہی سمجھا ہے لیکن جمہور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت عائشہؓ کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا کہ ان آیات سے عدم سماع موتٰی ثابت ہے بلکہ وہ سماع موتٰی کے قائل ہیں یعنی اُن کے نزدیک ان آیات سے سماع موتٰی کی نفی ثابت نہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: وقد خالفها الجمهور فی ذلك وقبلوا حديث ابن عمرؓ لموافقة من رواه غيره عليه اهـ فتح ص ۲۳۴ ج ۷ کہ جمہور نے اس میں حضرت عائشہؓ کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کو قبول کیا ہے کیونکہ دوسروں کی روایات بھی ان کے موافق ہیں۔

اور حضرت مولانا محمد عبدالحی لکھنویؒ (المتوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں۔

واما رد عائشةؓ بعض تلك الاحاديث	رہا حضرت عائشہؓ کا سماع موتٰی کی بعض احادیث
فلم يعتد به جمهور الصحابةؓ ومن	کو رد کرنا تو جمہور حضرات صحابہ کرامؓ اور بعد کے
بعدهم واما قوله تعالى فانك	حضرات نے ان کی اس رائے کا اعتبار نہیں کیا باقی
لا تسمع الموتى ففيه نفي الاسماع	اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ البتہ تو نہیں سُنا سکتا
لا السماع الى قوله وبالجملة لم	مُردوں کو تو اس سے اسماع کی نفی ہے سماع

يدل دليل قوى على نفى سماع الميت وادراكه وفهمه وتألمه لا من الكتاب ولا من السنة. بل السنن الصحيحة الصريحة دالة على ثبوتها اهـ

کی نہیں (پھر فرمایا) اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کوئی دلیل کتاب وسنت سے مرنے کے سماع اور ادراک فہم اور اس کے تکلیف اٹھانے کی نفی پر دال نہیں بلکہ صحیح اور صریح حدیثیں ان امور کے اس کے لیے ثبوت پر دال ہیں۔

(عمدة الرعاية ص ۲۵۴ ج ۴)

حضرت مولانا عبد الحق حقانیؒ (المتوفی ۱۳۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ

ان آیات میں تو عدم سماع (موتی) کا اشارہ تک بھی نہیں ہے اس لیے ان سے استدلال کرنا بے فائدہ بات ہے (تفسیر حقانی ص ۳۱ ج ۶)

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ (المتوفی ۱۳۹۶ھ) فرماتے ہیں کہ۔

ان تینوں آیتوں میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ان میں کسی میں یہ نہیں فرمایا کہ مُردے نہیں سُن سکتے بلکہ تینوں آیتوں میں نفی اس کی کی گئی ہے کہ آپ نہیں سُنا سکتے تینوں میں اس تعبیر وعنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مُردوں میں سُننے کی صلاحیت ہو سکتی ہے مگر ہم با اختیار خود ان کو نہیں سُنا سکتے الخ (تفسیر معارف القرآن ص ۵۹۱ ج ۶) امام راغب اصبہانیؒ (جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں، امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے جس کے بارے حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ نے روح المعانی ص ۶۷ ج ۱۰ میں فرمایا والاعتماد على كلام الراغب فى مثل ذلك ارغب عند المحققين، محققین کے نزدیک ایسے مواقع پر راغبؒ کے کلام پر اعتماد کرنا بہت مرغوب ہے بلفظہ الکتاب المسطور ص ۳۲) اس مقام پر موتی سے مُردے اور بے جان مراد نہیں لیتے بلکہ زندہ جاہل مراد

لیتے ہیں، چنانچہ وہ موت کے معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

الثالث زوال القوة العاقلة وهى الجهالة نحو اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ واياه قصد بقوله اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (المفردات فى غريب القرآن ص ۴۹۴)

تیسرا معنی قوت عاقلہ کا زوال ہے اور یہ جہالت ہے جیسا کہ، کیا اور وہ شخص جو مردہ (یعنی جاہل) تھا سو ہم نے اُسے زندہ کیا (یعنی علم سے نوازا) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى میں بھی جہالت مراد لی ہے۔

یعنی اس مقام پر الموتٰی سے مراد زندہ جاہل ہیں جو بات کو نہیں مانتے اور سُنی ان سُنی ایک کر دیتے ہیں اور باوجود زندہ ہونے کے سمجھنے کی قوت ان میں نہیں ہے

الحاصل بظاہر جن آیات کریمات سے منکرین سماع موتی کا استدلال ہو سکتا تھا درحقیقت وہ بھی ان کے دعوٰی سے بالکل غیر متعلق ہیں اور ان میں عدم سماع کا اشارہ تک بھی موجود نہیں ہے بلکہ اگر دقیق نظر سے دیکھا جائے تو انہی آیات کریمات سے مُردوں میں سُننے کی صلاحیت ثابت ہوتی ہے اور بقول حضرت مفتیؒ ان سے واضح اشارہ نکلتا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے کیا ہی عجیب بات فرمادی ہے ! ؎

وہ جب کہ آپ سے باتیں مجھ سے میں حیران ہوتا ہوں　　کہ گویا خوبصورت منہ سے اک تصویر بولے ہے

(۳) قرآن کریم کے بعد احادیث کی باری آتی ہے مگر یقین جانئے کہ صراحۃً سماع موتی کی نفی میں کوئی حدیث موجود نہیں ہے اس کے برعکس سماع موتی کے ثبوت میں احادیث متواترہ موجود ہیں اور حضرات سلفؒ کا اجماع اس پر مستزاد ہے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) اور حافظ ابن القیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ

والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت　　حضرات سلفؒ کا اس پر اجماع ہے اور تواتر کے

اُلاخبر عنهم بان المیت یعرف بزیارة الحی لهٗ ویستبشر به اھ (تفسیر ابن کثیر ص۴۳۸ ج۳ وکتاب الروح ص۸) | ساتھ اُن سے منقول ہے کہ زندہ جب مُردہ کی زیارت کرتا ہے اور اُسے سلام کرتا ہے تو وہ اُس کی آواز سے اُسے پہچانتا ہے اور اس کی آمد سے خوش ہوتا ہے۔

اس سے ثابت اور معلوم ہُوا کہ حضرات سلف صالحینؒ میں سماعِ موتٰی کا مسئلہ اجماعی تھا عدم سماعِ موتٰی کے بارے حدیث کے موجود نہ ہونے کا اقرار جناب نیلوی صاحب کو بھی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ،

باقی رہا ایک خدشہ کہ ان میں کوئی صریح روایت نہیں جس میں لکھا ہو کہ مُردے نہیں سُنتے دراصل بات یہ ہے کہ ایک امرِ بدیہی کے لیے اگر کوئی دلیل بیان نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اھ (شفاء الصدور طبع اول ص۲۵)

اس سے بالکل عیاں ہوگیا کہ جناب نیلوی صاحب کو کھُلا اقرار ہے کہ مُردوں کے سُننے کے بارے کوئی صریح حدیث موجود نہیں ہے گویا ع

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

غرض یہ ہے کہ اگر عدم سماعِ موتٰی ایک بدیہی امر ہے تو آپ کو شفاء الصدور نداء حق اور کتاب المسطور میں امرِ بدیہی کے اثبات کے لیے اِدھر اُدھر سے رطب و یابس ناکمل اور غیر متعلق حوالے پیش کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور آپ نے کیسی اور امرِ بدیہی پر رطب و یابس حوالے کیوں جمع نہیں کیے؟ آپ قدم قدم پر عوام کو اندھیرے میں رکھنے اور ان کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھانے اور اُن کو گمراہ کرنے کے لیے کمربستہ ہیں اور امتِ مسلمہ کے اکابر پر سے اعتماد اٹھانا اور ان سے متنفر کرنا اور اپنے سید اور سند کو

خوش کرنا اور ان سے تحسین لینا اور محقق و مدقق کہلا کر دل بہلانا آپ کا لذیذ مشغلہ ہے مگر ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت | کہ باکہ باختہ عشق در شبِ دیجور

(۴) بعض حضرات فقہاء کرامؒ کے اُن اقوال سے استدلال جن میں انھوں نے مسئلہ یمین میں فرمایا ہے کہ مُردے نہیں سُنتے اُن کے اقوال اپنے مقام پر برحق ہیں وہ اُس سماع کی نفی کرتے ہیں جس پہ عُرفِ عام میں کوئی نتیجہ مرتب ہو چونکہ مُردوں کے سُننے پر کوئی دنیوی نتیجہ اور فائدہ مرتب نہیں ہوتا اس لیے انھوں نے فرمایا کہ مُردے نہیں سُنتے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا کفار اور مشرکین کے بارے ارشاد ہے۔

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ (پ۲۴ حٰمٓ السجدة ۱۰) | پھر دھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ سو وہ نہیں سُنتے (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

اس سے معلوم ہُوا کہ زندہ کافروں کی اکثریت نہیں سُنتی اور یہ نصِ قطعی سے ثابت ہے

اور نیز ارشاد ہے

وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ (پ۹۔ الاعراف۔ رکوع ۱۲) | اور ہم نے مُہر کر دی اُن کے دلوں پر سو وہ نہیں سُنتے (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

اس آیت کریمہ سے بھی واضح طور پر معلوم ہُوا کہ زندہ کافر نہیں سُنتے کیا سچ مچ اس کا یہی مطلب سمجھ لیا جائے کہ زندہ کافر نہیں سُنتے؟ اور کیا اس کے لیے کوئی جمعیۃ بنائی جائے اور پاکستان کے کونے کونے میں ہر تقریر میں صرف یہی بیان کیا جائے کہ لوگو! زندہ کافر نہیں سُنتے اور بیان کرنے والا یہ کہے کہ میں خادمِ قرآن کریم اور مبلغِ اسلام ہوں میں نصِ قطعی پیش کرتا ہوں کہ زندہ کافر نہیں سُنتے اور اس کا منکر کافر، مشرک، یہودی، ملحد اور مبتدع ہے؟ کیا یہ قرآن کریم اور دین کی خدمت ہوگی مطلب تو بالکل واضح ہے کہ کافر

حق کو قبول نہیں کرتے اور مانتے نہیں اور اس سے انتفاع نہیں کرتے اور سُنی ان سُنی ایک کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ (پ۷۔ الانعام رکوع ۴)

ماننے وہی ہیں جو سُنتے ہیں اور مُردوں کو زندہ کریگا اللہ پھر اس کی طرف لائے جاویں گے (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

یعنی سب سے توقع نہ رکھو کہ مانیں گے جن کے دل کے کان بہرے ہوگئے وہ سُنتے ہی نہیں پھر مانیں کس طرح؟ ہاں یہ کافر جو قلبی و روحانی حیثیت سے مُردوں کی طرح ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے اور ان چیزوں کو مانیں گے جن کا انکار کرتے تھے بلفظہٖ (فوائد عثمانیہ ص۱۷۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کافر ظاہری اور حسی کانوں سے بہرے نہیں اور دوسرے مقام پر ان ہی زندہ کافروں کو صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ (بہرے ہیں۔ گونگے ہیں اندھے ہیں) سے تعبیر کیا گیا ہے یوں دل کے کانوں سے بہرے ہیں اگر وہ دل کے کانوں سے سُنتے تو حق کو قبول کرتے اور مانتے الغرض زندہ کافروں اور مُردوں میں وجہ تشبیہ عدم انتفاع اور عدم قبول ہے نہ کہ عدم سماع جیسا کہ بعض مسلکی اذہان مغالطہ کھاتے اور دیتے ہیں۔

قرآن کریم کی مختصر تفسیر جلالین شریف میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے۔

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ دعاءك الى الايمان الَّذِينَ يَسْمَعُونَ سماع تفهم و اعتبار وَالْمَوْتَىٰ اى الكفار

وہی لوگ تیری دعوت الی الایمان کو قبول کرتے ہیں جو خوب سمجھ اور اعتبار کے ساتھ سُنتے ہیں اور مُردوں کو اللہ آخرت میں اٹھائے گا

الكفار شبههم بهم فى عدم السماع يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ فِى الآخرة

کفار کو اللہ تعالیٰ نے مُردوں سے تشبیہ اسی سماع کے نہ ہونے میں دی ہے

(تفسیر جلالین ص۱۱۴)

یہاں کفار سے مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ سماع تفہم و اعتبار کی نفی ہے اور سماع تفہم و اعتبار وہی ہو سکتا ہے جس پہ ماننے اور قبول کرنے کا اثر مرتب ہو طلبۂ علم اس نکتہ کو ملحوظ رکھیں کہ جلالین میں وجہ تشبیہ فی عدم سماعٍ (نکرہ) نہیں بلکہ فی عدم السماع معرف باللام ہے اور اس سے وہی سماع مراد ہے جس کو وہ خود پہلے سماع تفہم و اعتبار کے الفاظ سے بیان کر چکے ہیں۔ چنانچہ شیخ سلام اللہ صاحب دہلویؒ فی عدم السماع کی تشریح یوں کرتے ہیں۔

فی عدم السماع ای عدم السماع الذی یترتب علیہ الاثر من الاجابۃ

یعنی ان کو ایسا سماع نہیں جس پہ ماننے اور نہ ماننے کا اثر مرتب ہو۔

(وکذا فی الکمالین حاشیہ جلالین ص۱۱۴)

غرضیکہ اس آیت کریمہ اور اس کی تفسیر سے جن لوگوں نے جن میں جناب نیلوی صاحب بھی ہیں (دیکھیے شفاء الصدور ص۱ طبع اول) مطلق سماع کی نفی سمجھی ہے غلطی کی ہے اوّلاً تو اس لیے کہ علم عربیت کے لحاظ سے مُشبّہ اور مُشبّہ بہ میں وجہ تشبیہ ایک ہی ہوتی ہے تو ان لوگوں کے قاعدہ کے مطابق اگر مُردے مطلق سماع سے محروم ہیں تو زندہ کافروں کو بھی مطلق سماع سے محروم تصور کریں ولا قائل بہ وثانیاً اس لیے کہ صاحب جلالین اس مقام پر سماع کا معنی سماع تفہم و اعتبار کرتے ہیں اور اسی لیے آگے السماع میں الف لام عہد کا استعمال کرتے ہیں تو اس سے وہی مقیّد سماع مراد ہے جس کا وہ خود تذکرہ کرتے ہیں لہٰذا اس کو مطلق سماع پر حمل کرنا توجیہ القول بما لا یرضٰی بہ قائلہ کا مصداق ہے

اور وہ خود دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ

أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ شَبَّهَهُمْ بِهِمْ فِي عَدَمِ الِانْتِفَاعِ بِمَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ (جلالین ص۳۳۲)

کیا پس آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں کو بہروں کے ساتھ اس بات میں تشبیہ دی ہے کہ جو کچھ ان پر پڑھا جاتا ہے اس سے وہ انتفاع نہیں کرتے۔

یعنی وجہ تشبیہ ان میں عدم الانتفاع ہے جو وجہ تشبیہ زندہ کافروں اور مُردوں میں ہے وہی زندہ کافروں اور بہروں میں ہے کما لا یخفیٰ علی عاقل

قارئین کرام! آپ حضرات تسکین الصدور، سماع الموتیٰ اور الشہاب المبین اور اس پیش نظر کتاب سے بخوبی یہ معلوم کر چکے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عند القبور سماع میں تو کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عند القبر صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے سماع کے بارے میں تو اکابر علماء جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا بھی اتفاق ہے ہاں عام اموات کے سماع اور عدم سماع کا مسئلہ قرن اول سے تا ہنوز اختلافی چلا آرہا ہے۔ جو حضرات قرآن کریم کی آیات مثلاً اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وغیرہا سے عدم سماع پر استدلال کرتے ہیں بخیال آنہا یہ استدلالی رنگ تو ضرور ہے مگر اس استدلال کو قطعیت کا درجہ وہ بھی نہیں دیتے اولاً تو اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تو نص قطعی اِنَّكَ مَيِّتٌ کے رو سے وفات پا چکے ہیں اور اَلْمَوْتٰى میں شامل ہیں حالانکہ عام سماع موتیٰ کے منکرین حضرات بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں اگر وہ حضرات آپ کے عند القبر سماع کو لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کے خلاف پاتے تو کبھی بھی قرآن کریم کے خلاف نظریہ نہ رکھتے۔

وثانیاً اس لیے کہ جمہور حضرات صحابہ کرامؓ اور امت مسلمہ کی اکثریت جن میں بڑے بڑے اہم فقیہ، محدث، متکلم اور صوفی شامل ہیں اور وہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان کو اس مضمون کی آیات سے قطعیت کے ساتھ عدم سماع کا مسئلہ نہ سمجھ آسکا اور وہ ان آیات کے ہوتے ہوئے بھی سماع کے قائل ہوگئے۔

وثالثاً جو حضرات سماع موتیٰ کے منکر ہیں وہ ان آیات سے استدلال تو کرتے ہیں مگر مجوزین سماع موتیٰ کی تکفیر، تجہیل اور تحمیق ہرگز نہیں کرتے جیسا کہ ہم نے الشہاب المبین میں کفایت المفتی کے حوالے سے یہ عرض کیا ہے اگر ان آیات کریمات سے عدم سماع موتیٰ پر استدلال قطعی ہوتا تو سماع موتیٰ کے قائلین یقیناً کافر ہوتے۔ ہم تو یہی عرض کریں گے کہ اپنی عقل نارسا اور فہم قاصر کی خاطر جمہور کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑیں اس لیے کہ ید اللہ علی الجماعۃ

جس کوچے سے گزر صبا کا نہ ہو سکے — اے عندلیب اس کے لیے گلستاں نہ چھوڑ

ورابعاً جو حضرات سماع موتیٰ کے منکر ہیں (جن میں اس دور میں ہمارے استاد و مرشد رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پیش پیش ہیں) کے کلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی حضرت مرحوم اپنی املائی تفسیر بلغۃ الحیران ص۲۷۹ میں فرماتے ہیں۔ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ - یعنی بسبب مُہر جباریت کے مُردے ہو گئے ہیں قبول کرنے ایمان کے سے ان سنانا فائدہ نہیں دیتا بلفظہٖ اس سے صراحۃً ثابت ہوا کہ ان کے ہاں بھی مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ نفی سماع قبول اور سماع نافع کی ہے اور اسی کو دوسرے حضرات سماع قبول، سماع تدبر، سماع تفہم، سماع اعتبار اور سماع انتفاع وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی وجہ تشبیہ زندوں اور مُردوں میں عدم انتفاع اور عدم قبول ہے نہ کہ عدم سماع۔

باب دوم

کیا حیات الانبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا عقیدہ باطل فرقوں کا ہے

جناب نیلوی صاحب نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی خاطر الکتاب المسطور ص۲۱۳ و ص۲۱۴ میں حیات النبی کا عقیدہ منافقوں کا ذکر مدارج النبوۃ ص۵۱۳ ج۲ میں ہے کہ بعض منافقوں نے کہا اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیغمبر نبی ہوتے تو ان کو موت ہی کیوں آتی (اور ص۲۱۶ تا ص۲۱۷ میں روافض کا ذکر اصول کافی کتاب الحجہ ص۲۸۶ اور حیات القلوب ص۷۴۲ ج۲ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کو جھانک کر نہ دیکھے کہ کہیں دیکھنے والا آپ کو قبر شریف میں کھڑا نماز پڑھتے یا بعض ازواج مطہرات کے ساتھ صحبت میں مشغول نہ پائے محصلہ) اور ص۲۱۸ میں غنیۃ الطالبین ص۹۱ ج۱ اور الملل والنحل کے متعدد حوالوں سے یہ لکھا ہے کہ حضرات ائمہ کی وفات نہیں ہوئی اور امام جعفرؒ تا حال فوت نہیں ہوئے وہ زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے اٹھ کھڑے ہوں گے اور امام محمد بن حنفیہؒ زندہ موجود ہیں اور عبداللہ خراسانی زندہ ہیں اور محمد بن عبداللہ قبر میں بحیات دنیوی زندہ ہیں اور حضرت حسن بن علیؓ کے بارے شیعہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ عسکر سے فوت ہی نہیں ہوئے اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہو گئے ہیں اور مغیریہ فرقہ کہتا ہے کہ محمد

بن علی فوت نہیں ہوئے ہم ان کے منتظر ہیں اور وہ واپس آئیں گے اور بزیغیہ فرقہ کہتا ہے کہ جب انسان کمال کو پہنچ کر مر جاتا ہے تو مرتا نہیں بلکہ عالم ملکوت کو پہنچ جاتا ہے۔ اور اسماعیلیہ فرقہ کہتا ہے کہ اسماعیل بن جعفر تا حال وفات نہیں پائے اور رافضیوں کا ایک فرقہ کہتا ہے کہ موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں نہ مرے ہیں اور نہ مریں گے اور اصول کافی ص۱۵۸ میں ہے کہ ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں (محصلہ)

اور ص۲۱۹ میں حیات الانبیاء کا عقیدہ معتزلہ، جہمیہ اور معطلہ کا بتایا ہے اور پھر حافظ ابن القیمؒ کے قصیدہ نونیہ سے ان کا رد نقل کیا ہے۔

؎ لو کان حیا فی الضریح حیاته قبل الممات بغیر ما فرقان ما کان تحت الارض بل من فوقها الخ یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں بغیر کسی فرق کے اسی طرح زندہ ہوتے جس طرح دنیا میں زندہ تھے تو زمین کے نیچے نہ ہوتے بلکہ اوپر ہوتے اھ اور ص۲۲۱ میں احمد رضا خاں صاحب کے فتاوی رضویہ ص۹۱ ج۱ اور ملفوظات ص۲۶ ج۳ سے یہ عقیدہ نقل کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور میں حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے اور وہ ازواج مطہرات سے شب باشی بھی کرتے ہیں محصلہ اور ص۲۲۳ میں قادیانیوں کا اور ص۲۲۴ میں ہندوؤں کا یہ عقیدہ بتایا ہے کہ وہ حیات الانبیاء کے قائل ہیں (محصلہ) مگر یہ سب کچھ جناب نیلوی صاحب کا دجل اور تلبیس ہے اور اپنے بدذوق اور حقیقت ناشناس حواریوں کا یہ ذہن بنانا چاہتے ہیں کہ حیات الانبیاء کا نظریہ باطل فرقوں کا ہے حالانکہ ان باطل فرقوں میں بعض تو وفات کے قائل ہی نہیں جیسا کہ ان کے حوالوں سے عیاں ہے اور ان کی بعض عبارات کے تراجم میں قبر کا لفظ جناب نیلوی صاحب نے اپنی طرف سے داخل کر کے صریح دھوکہ دیا ہے اور ان میں بعض فرقے قبر کی حیات کو ان تمام

لوازم کے ساتھ مانتے ہیں جو دنیا میں تھے یہاں تک کہ ازواج مطہراتؓ سے ہمبستری کے بھی قائل ہیں جیسا کہ روافض اور خانصاحب کے حوالے سے انہوں نے نقل کیا ہے۔ جب کہ اہل حق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کو اِنَّكَ مَيِّتٌ کے مطابق قطعی مانتے ہیں اور قبر کی زندگی کو جو اعادۂ روح کی وجہ سے جیسا کہ صحیح حدیث فتعاد روحه في جسده اور امام ابوحنیفہؒ کے ارشاد و اعادة الروح الى العبد فى قبره حق، سے ثابت ہے تسلیم کرتے ہیں اس کی مبسوط بحث تسکین الصدور میں ملاحظہ فرمائیں اور یہ زندگی برزخی ہے کیونکہ قبر اور برزخ میں ہے۔ اور دنیوی بھی بایں معنی ہے کہ روح کا تعلق اُس بدن سے ہے جو کہ دُنیا میں تھا نہ کہ بدن مثالی سے جیسا کہ بعض کہتے ہیں اور حضرت نانوتویؒ کے حوالہ سے یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ دُنیوی جسم کے تعلق سے حیات ہے اور اس زندگی کے لیے دُنیوی زندگی کے تمام لوازم ثابت نہیں اور اگر بعض باطل فرقے بھی قبر شریف میں اعادۂ روح الی الجسد کی وجہ سے اہل حق کی طرح حیات تسلیم کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حیات کے دلائل اتنے قوی مضبوط اور صحیح ہیں کہ باطل فرقے بھی اس کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں پاتے اور اہل حق کی ہمنوائی پر مجبور ہیں نہ یہ کہ اہل حق نے باطل فرقوں کا نظریہ اپنایا ہے۔ جیسا کہ جناب نیلوی صاحب عوام کو باور کرا رہے ہیں اور ان کے نادان حواری یہ سمجھ رہے ہیں کہ حیات الانبیاء کا نظریہ باطل فرقوں کا ہے۔ شاید جناب نیلوی صاحب یہ کہہ دیں ؎

ہر ایک بات مدلل نہیں ہوا کرتی ‏ ‏ ‏ کبھی تو دل کی بھی سن لو دماغ کے بدلے

قطع نظر ان سب باتوں کے کفایت المفتی ص۱۴۰ ج۱ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی زندگی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے تو کیا معاذ اللہ تعالیٰ یہ سب اہل السنت والجماعت، منافق، رافضی، معتزلی، جہمی، قادیانی، ہندو اور بریلوی تھے؟ اور المہند ص۱۳

میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زندگی کو نہ صرف یہ کہ تسلیم ہی کیا گیا ہے بلکہ اُسے دُنْيَوِيَّةٌ بِلَا تَكْلِيْفٍ سے تعبیر کیا گیا ہے تو کیا حضرت مولانا سہارنپوریؒ اور ان کے جملہ مصدقین جو اکابر علماء دیوبند میں تھے منافق، رافضی، معتزلی، جہمی، قادیانی ہندو اور بریلوی تھے؟ اور پھر کیا اکابر علماء اشاعۃ التوحید والسنۃ جو حیات دُنیویہ کے قائلین کو اہل السنت سے خارج نہیں قرار دیتے وہ بھی سبھی ہی منافق، رافضی، معتزلی جہمی قادیانی ہندو اور بریلوی ہیں؟ جناب نیلوی صاحب! آپ جس نہج پر چل رہے ہیں اور عوام کالانعام اور جذباتی نوجوانوں کو چلا رہے ہیں وہ کسی محقق، دیانت دار، اور خدا ترس عالم کا راستہ نہیں ہے۔ کیونکہ حضرات سلف و خلف اور اکابر پر اعتماد ہی عالم اسباب میں کامیابی اور نجات کا سبب اور ذریعہ ہے نہ کہ اُن سے بغاوت ؎

چمن اُن سے عبارت ہے بہاریں اُن سے زندہ ہیں ‏ ‏ ‏ انہیں کے سامنے پھولوں سے مرجھایا نہیں جاتا

نزاع صرف لفظی ہے

جو حضرات قبر کی زندگی پر لفظ برزخی اطلاق کرتے ہیں ان میں اور ان حضرات میں جو حیات برزخی تسلیم کرتے ہوئے اس پر حیات دنیوی کا اطلاق کرتے ہیں۔ نزاع صرف لفظی ہے اور یہ محقق و مدرس عالم اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سابق نائب صدر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ (المتوفی ۱۴۰۵ھ) کو بھی مسلم ہے۔ چنانچہ ہم قارئین کرام کے سامنے حضرت قاضی صاحب مرحوم کا چیلنج اور راقم اثیم کی طرف سے اس کا جواب اور پھر حضرت قاضی صاحب کا جواب الجواب بعینہٖ عرض کرتے ہیں۔ جناب قاضی صاحبؒ کا مزاج جذباتی اور طبیعت میں تعلّی تھی اُن کے بعض غلط کار اور انتہا پسند حواریوں نے انہیں اُکسایا تو وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوگئے اور ذیل کا چیلنج راقم اثیم کے نام ارسال فرما دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی سرفراز صاحب بذاتِ خود میرے ساتھ مناظرہ کر لیں یا مباہلہ کر لیں یا مباہلہ اور مناظرہ دونوں کر لیں اس لیے کہ اس دُنیا سے انتقال کے بعد قبر مبارک میں وہ کہتے ہیں حیوٰۃ دُنیویہ ہے میں کہتا ہوں دنیویہ نہیں بلکہ اخرویہ برزخیہ ہے جو نہ کرے وہ جھوٹا ہوگا۔

شمس الدین ۸۵-۵-۱۰

راقم اثیم نے اس کا یہ جواب عرض کیا

قال اللہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ وقال اللہ تعالیٰ وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تکونوا امعۃ الحدیث

الی المحترم المقام جناب مولانا قاضی شمس الدین صاحب موصوف بالقابہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا چیلنج ذیل کے عنوان سے راقم اثیم کو ملا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی سرفراز صاحب بذاتِ خود میرے ساتھ مناظرہ کر لیں یا مباہلہ، یا مباہلہ اور مناظرہ دونوں کر لیں اس لیے کہ اس دُنیا سے انتقال کے بعد قبر میں وہ کہتے ہیں۔ حیات دنیویہ ہے میں کہتا ہوں دُنیویہ نہیں بلکہ اخرویہ برزخیہ ہے جو نہ کرے وہ جھوٹا ہوگا۔ شمس الدین ۸۵-۵-۱۰ (انتہیٰ بلفظہٖ)

الجواب آپ کے چیلنج کے الفاظ پڑھ کر سخت حیرت ہوئی اور اس کی آپ کے حواریوں نے فوٹوسٹیٹ کاپیاں تیار کر کے ملک کے کونے کونے میں پہنچانے کی کوشش کی اور رات کو جلسہ میں جناب شاہ صاحب گجراتی اور جناب عثمانی صاحب نے اس کی خوب تشہیر کی ہے اور انتہائی بدکلامی کی اور ایسی ایسی ڈھینگیں ماریں اور تعلّی

کی ہے کہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے اور اغلب ہے کہ آپ کو متعصب اور جذباتی حواری زیادتی کی سب باتوں سے خالص اندھیرے میں رکھیں گے جیسا کہ ان کی فطرت اور آپ کے مزاج سے بالکل عیاں ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کی شرافت، سادگی، نرمی اور رواداری سے غلط فائدہ اُٹھاتے رہے ہیں اور اب بھی کمر باندھ کر اس کے پیچھے ہیں خدا کرے کہ آپ زندگی کے آخری حصہ میں ہی اس سے آگاہ ہو جائیں۔

محترم! آپ نے اس مسئلہ میں مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج کیا ہے جس میں میرا اور میرے اکابرؒ کا اور آپ کا صرف لفظی نزاع ہے میں نے تسکین الصدور، ساع الموتیٰ اور الشہاب المبین میں باحوالہ اس کی بحث اور وضاحت کر دی ہے کہ ہماری مراد حیات دنیویہ سے صرف یہ ہے کہ آپؐ کی روح مبارک کا اس جسد اطہر سے تعلق ہے جو دُنیا میں آپؐ کا جسم مبارک تھا یہ حیات نہ تو صرف روحانی ہے اور نہ جسم مثالی کے تعلق سے ہے جیسا کہ بعض کا دعویٰ اور وہم ہے لیکن یہ حیات اہل دُنیا کے ادراک و شعور سے بالاتر ہے اور لَا تَشْعُرُوْنَ کا مصداق ہے اور حضرت نانوتویؒ کا یہ حوالہ تسکین الصدور ص۲۶۸ طبع دوم میں موجود ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں یہ نہیں کہ مثل شہداء ان ابدان کو چھوڑ کر اور ابدان سے تعلق ہو جاتا ہے اھ (لطائف قاسمی ص۳) اور تسکین الصدور ص۲۷۲ کے حاشیہ میں حاشیہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۵۹ء ص۲۹ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دُنیا کی سی ہے یعنی مع الجسد ہے صرف برزخی روحانی نہیں جو تمام مومنین کو بھی حاصل ہے جن کے اجسام مٹی ہو چکے ہیں الخ اور تسکین الصدور ص۲۷۷ میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی عبارت میں تعقلی حسی کی

تشریح کرتے ہوئے راقم نے لکھا ہے۔ الغرض جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں اپنے تمام اعضاء مبارکہ میں حیات کے آثار محسوس ہوتے تھے (اور اسی صفحہ میں اس سے قبل یہ عبارت موجود ہے جس طرح دنیا میں ایک تندرست انسان روح کا اثر تمام اعضاء میں محسوس کرتا ہے بخلاف مفلوج اور مشلول کے کہ فالج کی وجہ سے اس کے جو اعضاء ماؤف اور شل ہو جاتے ہیں ان میں روح حس نہیں پاتا) اسی طرح قبر میں جو حیات ان کو حاصل ہے وہ ان کے حق میں حسی ہے اور اس کے آثار وہ خود محسوس کرتے ہیں گو اہل دنیا کو اس کا احساس و شعور نہ ہو سکے اور حسی کے اس معنی میں نقلاً و عقلاً کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی اھ بلفظہ اور ہم نے الشہاب المبین ص۲۷ میں لکھا ہے کہ حیات دنیویہ کا یہ مطلب ان حضرات کے نزدیک ہرگز نہیں کہ دنیا کی زندگی کی طرح دنیوی خوراک کے محتاج ہوں یا بدن کا نشوونما ہو یا کوئی دوسرا اس زندگی کا ادراک و شعور کر سکے اور اس کو محسوس طور پر زندگی نظر آتی ہو اور نقل و حرکت کرتے دکھائی دے اھ ہماری مراد حیات دنیویہ سے صرف یہ ہے کہ روح مبارک کا تعلق جسد مثالی سے نہیں جیسا کہ بعض کا ادعاء ہے بلکہ یہ حیات دنیوی عنصری جسم سے متعلق ہے صرف روح یا جسد مثالی کے تعلق سے حیات سے ممتاز کرنے کے لیے یہ تعبیر اختیار کی جاتی ہے تاکہ دونوں میں فرق نمایاں ہو جائے گستاخی معاف آپ خود بھی روح کے جسد عنصری کے ساتھ تعلق سے حیات کے قائل ہیں ہم نے تسکین الصدور ص۲۵ میں آپ کی عبارتوں کا حوالہ دیا ہے مثلاً ایک یہ کہ التعلیق الصبیح علی المشکوٰۃ المصابیح ص۲۹ میں ہے وقال الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ ھو للروح مع الجسد ویشارک الجسد فیہ الروح اھ بلفظہ اور ص۲۵ میں ہم نے آپ کی کتاب تسکین القلوب ص۲۷ کا یہ حوالہ بھی درج کیا ہے ہم اپنی پہلی بعض کتابوں میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ الانبیاء

احیاء فی قبورھم یصلون لاشک فیہ اور یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ صوفیاء کرام کے نزدیک یہ عذاب و ثواب قبر اور تألم و تلذذ صرف روح سے تعلق رکھتا ہے (صوفیاء کرامؒ میں ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ قبر میں ثواب و عقاب کا تعلق روح کے ساتھ بشارکت بدن مثالی ہے اور یہ حضرات روح کا تعلق جسم عنصری اور جسم مثالی دونوں سے تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ علامہ آلوسیؒ کے حوالے سے یہ بات اپنے مقام پر آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ صفدر) اس جسم عنصری سے اس کا تعلق نہیں اور فقہاء کرامؒ اور متکلمینؒ کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو پھر بھی قبر کے عذاب و ثواب اور تألم و تلذذ میں روح کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہاء کرامؒ کے قول پر دینا چاہیئے اگر آپ کو ہماری اس گزارش پر اعتماد نہ ہو اور بدگمانی بدستور رکھیں تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں الخ بلفظہ

محترم! آپ خود انصاف سے فرمائیں (اگر آپ کے نزدیک انصاف کسی چیز کا نام ہے) کہ آپ بھی روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حیات کے قائل ہیں اور اسی پر فتویٰ بھی دیتے ہیں اور ہم بھی اسی دنیوی بدن اور عنصری جسم کے ساتھ حیات کے قائل ہیں اور تصریح کی ہے کہ یہ حیات اہل دنیا کے ادراک اور شعور سے بالاتر ہے اور حیات اس مذکورہ معنی میں دنیوی بھی ہے کہ روح کا تعلق بدن دنیوی سے ہے۔ اور برزخی اس سبب سے کہ برزخ میں ہے المہند ص۲۸ میں ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے الیٰ قولہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیوی بلکہ اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے الخ اور اس پر علماء دیوبند کے

چوبیس ۲۴ اکابر کی تصدیقات ثبت ہیں۔ جن میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا تھانویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہ بھی ہیں۔ آپ گمنام مدرس عالم ہیں فرمائیں کہ یہ نزاع لفظی ہے یا نزاع حقیقی؟ انصاف آپ پر چھوڑا جاتا ہے ہم نے تسکین الصدور ص۲۷۵ میں ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ جنوری ۱۹۶۰ء ص۳۲ کے حوالہ سے ایک فتویٰ کے جواب میں یہ عبارت بھی نقل کی ہے۔ اور اس عالم دنیا سے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں مثل شہداء بلکہ شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع حیات برزخیہ عطا فرمائی گئی ہے وہ حیات دنیویہ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اعلیٰ وارفع اجمل وافضل حیات برزخیہ ہے ذکر حیات دنیویہ لیکن اگر کوئی اس حیات دنیوی کے نام سے تعبیر کرے اور آپ کی حیات برزخیہ سے بھی انکار نہ کرے تو اس کو جماعت اہل السنت سے خارج نہیں کرنا چاہیئے۔ اھ بلفظہ اس پر پچاس حضرات کے دستخط ہیں اور تصدیق کا عنوان یہ ہے جواب صحیح ہے ان حضرات میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ (۱) سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری (۲) مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتویؒ (۳) مولانا عبد الرحمٰن صاحب بہبودیؒ (۴) مولانا ولی اللہ صاحبؒ انہی (ضلع گجرات) (۵) مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ (۶) مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر (۷) مولانا فیض علی شاہؒ (۸) مولانا قاضی شمس الدین صاحب (۹) مولانا قاضی غلام مرتضیٰ صاحب مرجانویؒ۔ (۱۰) مولانا قاضی نور محمد صاحبؒ (۱۱) مولانا محمد امیر صاحب سرگودھا بلاک ۱۸ (۱۲) مولانا احمد حسین صاحب سجاد بخاری (۱۳) مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب۔ ان حضرات میں باقی تو مرحوم ہو چکے ہیں چھ زندہ ہیں (۱) سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری (۲) خود جناب قاضی شمس الدین صاحب (۳) حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر (۴) مولانا فیض علی شاہ صاحب

(۵) مولانا احمد حسین سجاد بخاری (۶) مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب۔ ان جملہ حضرات نے حیات دنیویہ کی تعبیر کو بھی اہل السنت کا مسلک قرار دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ محترم! آپ نے ان سب حضرات کو یا ان میں سے بعض کو مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج کیوں نہیں دیا؟ کیا اس کارروائی کے لیے کھلونا اور تختۂ مشق آپ کو صرف مولوی سرفراز ہی نظر آیا ہے؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ پھر ان حضرات میں آپ کا اپنا اسم گرامی بھی ہے آپ کو اس حیات کو دنیوی حیات سے تعبیر کرنے والے جناب قاضی شمس الدین صاحب ساکن مجاہد پورہ کیوں دکھائی نہیں دیے؟ اگر ویسے نظر نہیں آتے تو شیشے میں دیکھ لیں ضرور نظر آجائیں گے الغرض اس مذکورہ مسئلہ میں محترم کے مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج بالکل بے سود ہے کار ثقیل اور سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنے متعصب اور حقیقت ناشناس حواریوں کو خوش کرنے کا ایک ناکام بہانہ ہے۔

نزاع حقیقی

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عند القبر صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے سماع کا نظریہ اتفاقی اور اجماعی ہے اور اس پر امت کا تعامل رہا ہے اور اب بھی ہے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں، مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں اھ (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۰۰/۱ طبع دہلی) اور حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کیونکہ روضۂ مبارک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضورؐ پر پیش ہوتا ہے اور آپ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں (امداد الفتاویٰ ص۳۱۰/۵)

اور ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی سرپرستی میں راولپنڈی میں یہ تحریر لکھی گئی تھی۔ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر

حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سُنتے ہیں

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ جون ۱۹۶۲ء

لاشئ غلام اللہ خان۔ نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ

محمد علی جالندھری عفی اللہ عنہ

اور آپ نے خود تسکین القلوب صفحہ ۱۰۵ میں واضح الفاظ میں عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کو تسلیم کیا ہے۔

اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی صاحب کا بتائید دیگر حضرات علماء کرام فتویٰ یہ ہے

استفتاء نمبر ۱۹۹۵ ۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک علیین میں ہے آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا آپ کی قبر پر درود سلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سُنتے نہیں کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود اور حیات ہیں آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سُنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ہمارے کان نہیں کہ ہم سُنیں آپ اپنے مزار میں حیات ہیں مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہٖ و روحہٖ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدہ والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے حدیث میں آتا ہے۔ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ من بعید اُعلمتہٗ رواہ ابو الشیخ وسندہ جید (القول البدیع صفحہ ۱۱۶)

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الانبیاء (صلوات اللہ تعالیٰ علیہم) احیاء فی قبورھم یصلون رواہ ابن عدیؒ والبیہقیؒ وغیرھما (شفاء السقام صفحہ ۱۳۴) دو حدیثیں نقل کر دی ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنۃ والجماعۃ ہے غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سُنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ السید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۳ ۵/۶۹ ھ

مہر دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ شوال سنہ ۱۳۷۶ھ

اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق کان اللہ لہٗ مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صواب محمد رسول خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی سے قبل از شرق تا غرب از شمال تا جنوب پوری اُمت میں کوئی شخص ایسا نہیں گذرا جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کا منکر ہو (عام اموات کے سماع اور عدم سماع کا مسئلہ قدیماً وحدیثاً اختلافی چلا آتا ہے) اور اس عقیدہ والا بدعتی بھی ہے اور اہل السنت والجماعت سے

[ـ]ی خارج ہے اور اُس کے پیچھے نماز بھی مکروہ ہے۔

محترم! آپ کی سرپرستی میں تقریریں ہوتی ہیں اور جناب شاہ صاحب بڑی بے باکی [سے] ساتھ قائلین سماع موتیٰ کو ابوجہل کا ٹبر، لوٹر، مشرک اور یہودی تک کہہ جاتے ہیں۔ مگر [آ]پ چُپ سادھ لیتے ہیں اور آپ کو ان کی اصلاح اور ان سے بائیکاٹ کی توفیق نہیں [ہ]وتی پھر آپ کے شاگرد خاص مولوی احمد سعید صاحب ملتانی آتے ہیں، اور عند القبر صلوٰۃ [و]سلام کے سماع کے ــــــ قائلین کو کھلے لفظوں میں کافر کہتے ہیں جس سے پوری امت [ا]ور آپ کے اکابر حتیٰ کہ خود آپ کی تکفیر ہوتی ہے اور یہ سب کچھ آپ کی سرپرستی کے عنوان سے ہوتا ہے اور آپ چپ چاپ جوری کرتے ہیں مگر آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور اگر کوئی دوسرا آپ کے فریق کے مُسلّمات سے جوابی کارروائی کرتا ہے تو آپ کو غصّہ اور طیش آجاتا ہے کیونکہ نزلہ بر عضوِ ضعیف ریزد اور آپ اس سے معافی اور معذرت کے طالب ہوتے ہیں اور اپنی اور اپنے اکابر بلکہ پوری امت مرحومہ کی تکفیر بڑے ذوق و شوق سے گوارا کرتے ہیں کیا ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں کہ ؎

میری نگاہ شوق پہ اتنی ہیں سختیاں ۔۔۔ اپنی نگاہ شوخ کی کچھ بھی خبر نہیں

محترم! العبد کی التجاء و گزارش ہے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں آپ کھلے لفظوں [مـ]یں تحریری طور پر جناب گجراتی صاحب اور جناب ملتانی صاحب وغیرہ غالیوں سے [بر]أت کا اعلان کریں ورنہ تاریخ کسی کو معاف نہیں کرتی آپ کو سرپرست مکفّرین امت کے عنوان سے یاد کریگی۔

چلیے آپ اپنے اندر اگر اس حقیقی نزاعی مسئلہ میں ان کو مناظرہ اور مباہلہ کے چیلنج کی توفیق نہیں پاتے اور جرأت نہیں کر پاتے تو بیزاری کے اعلان کی مردانہ جرأت کا مظاہرہ تو

کریں اور غلط کو جوالیوں کی باتوں میں نہ آئیں اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ مرحمت فرمائے اور بزرگوں کا سایہ خورد وں کے سر پر دائم رکھے آمین ثم آمین اگر آپ نے ان سے برأت نہ کی تو آپ ہی فرمائیں کہ ہم آپ کے بارے میں کیا رائے رکھیں؟

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ الیٰ یوم الدین

احقر

ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ

وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۶ شعبان ۱۴۰۵ھ
۱۷ مئی ۱۹۸۵ء

اس کے جواب میں محترم جناب قاضی صاحب مرحوم نے اپنے مدرسہ کے مطبوعہ پیڈ پر جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، مدرسہ جامعہ حنفیہ مہتمم قاضی شمس الدین عفی اللہ عنہ محلہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ پاکستان درج ہے، یہ تحریر فرمایا کہ مولانا سرفراز صاحب مدظلہ کا اس چیلنج کے بعد یہ جواب آیا کہ تو تحریر نزاع لفظی ہے اس لیے مناظرہ اور مباہلہ کی ضرورت نہیں۔ شمس الدین ۱۰-۵-۸۵ء

قارئین کرام! چونکہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کہنہ مشق مدرس پختہ کار عالم اور مناظرانہ ذہن کے مالک تھے اگر ان کے نزدیک فریقین کا اس مسئلہ میں نزاع لفظی نہ ہوتا بلکہ حقیقی ہوتا تو وہ کبھی بھی چیلنج واپس نہ لیتے بلکہ اپنے مزاج کے موافق خوب خوب تعاقب کرتے مگر ایسا ہرگز نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ اکابر اور خود اپنے

صریح حوالوں کے سامنے وہ اپنے آپ کو بالکل بے بس پاتے ہیں اور جناب نیلوی صاحب
کی طرح صرف عقلی گھوڑے ہی نہیں دوڑاتے ؎

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور   چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

حیات کے معنے؟ یہ عنوان قائم کر کے جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ بعد از موت
حیات ثانیہ برزخیہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے قرآن مجید اور
احادیث متواترہ سے ثابت ہے اس حیات ثانیہ برزخیہ کا انکار قطعیات و محکمات کا
انکار ہے لیکن حیات کے ساتھ اپنی نا صواب دانش و فہم سے عنصریہ کی قید بڑھانا
اور اس قید کو جس کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ کسی حدیث میں ہے نہ کسی صحابی سے مروی
ہے نہ کسی تابعی سے نہ تبع تابعین سے نہ کسی مجتہد اور امام سے نہ کسی مفسر اور شارح سے
نہ کسی متکلم اور صوفی سے ثابت غرض جس قید کو سلف و خلف میں سے کسی محقق نے ذکر نہ
کیا ہو پُر زور دعووں سے بلا دلیل ثابت کرنا اور اس دعویٰ بلا دلیل کی دلیل کا مطالبہ
کرنے والے کو بجائے دلیل بتانے کے اور براہین قاطعہ سے سائل کی تسلی کرنے کے سائل کو
منکر حیات انبیاء و شہداء کر کے لوگوں میں بد ظنی پھیلانا انہیں لوگوں کا کام ہے جنہیں خوف
خدا نہیں مرنا یاد نہیں بلفظہٖ

پھر آگے لکھتے ہیں کہ جیسے آدمی لباس و مکان بدلنے سے نہیں مرتا ایسے ہی
جسد عنصری کا لباس اتار کر جسد مثالی کا لباس پہن لینے اور دار دنیا سے دار برزخ کی طرف
منتقل ہونے سے بھی آدمی نہیں مرتا مگر نہ دنیا والوں کو جانتا ہے اور نہ ان کی آوازیں
سنتا ہے مگر خرق عادت کے طور پر (محصلہ) پھر آگے حیات کے تعلق الروح بالبدن
العنصری کے علاوہ نمبر لگا کر گیارہ اور معنے بیان کیے ہیں تاکہ گیارھویں شریف کا مفہوم

پورا ہو جائے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح ناراض نہ ہو جن کے ساتھ جناب
نیلوی صاحب کا سارا روحانی ہی تار و پود ملتا ہے پھر آگے امام راغب اصفہانیؒ کی مفردات
(ص ۱۳۸) کا حوالہ نقل کیا ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ شہداء
کی ارواح لذتیں اٹھاتی ہیں پھر آگے قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کا حوالہ (مظہری ص ۱۴۲) سے نقل
کیا ہے یعنی انہیں مزوں اور نعمتوں کا شعور نہیں تو معلوم ہوا کہ حیات کے معنی ہیں مزے اور نعمتوں کا شعور رکھنا۔
(محصلہ کتاب المسطور ص ۱ تا ۴)۔ **الجواب**: جناب نیلوی صاحب نے جس سطحی ذہن سے کام لیا ہے اس پر حیرت
بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی ہم نہایت ہی اختصار سے عرض کرتے ہیں غور و فکر قارئین کرام کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ○ (پ ۲، البقرۃ، رکوع ۱۹)

اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں
(ترجمہ شیخ الہندؒ)

اور نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○ (پ ۴، آل عمران، رکوع ۱۷)

اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے
پاس کھاتے پیتے۔
(ترجمہ شیخ الہندؒ)

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہوتے
ہیں وہ مُردے نہیں زندہ ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ قتل کیا چیز ہوتی ہے؟ اگر شہید کا جسد عنصری
قتل کیا جاتا ہے تو زندگی بھی اسی سے متعلق ہوگی اور اگر جسد مثالی یا روح قتل کی جاتی ہے تو

زندگی بھی انہیں سے وابستہ ہوگی کیا جناب نیلوی صاحب کے نزدیک شہید کا جسم مثالی یا اس
کی روح قتل کی جاتی ہے یا جسد عنصری؟ کوئی عقلمند اس میں شک و تردد نہیں کر سکتا کہ شہید کا
جسم عنصری ہی قتل کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق بَلْ اَحْيَاءٌ تو زندہ بھی
وہی اجسام عنصریہ ہی ہوں گے نہ کہ اجسام مثالیہ کس سادگی سے جناب نیلوی صاحب
یہ دعوے کرتے ہیں کہ جسد عنصری کا ثبوت قرآن مجید سے نہیں، اور صحیح حدیث میں (جس کی
مفصل بحث تسکین الصدور ص۱۰۱ سے ص۱۰۱ میں موجود ہے) فتعاد روحہ فی جسدہ میں اس
جسم سے بغیر جسد عنصری کے اور کیا مراد ہے۔ کیونکہ لفظ اعادہ اس امر کی واضح دلیل ہے
کہ جس جسم عنصری میں پہلے روح تھی اسی جسم کی طرف پھر لوٹائی جاتی ہے۔

ہم نے حضرات محدثین کرامؒ فقہاء عظامؒ اور متکلمین ذوالافہامؒ کے مقدس اور صریح حوالے
تسکین الصدور میں جسد عنصری کے ثبوت پر دیے ہیں جن کو جناب نیلوی صاحب شیر مادر سمجھ
کر ہضم کر گئے ہیں۔ ہم تفصیل میں نہیں جانا چاہتے قارئین کرام وہ حوالے خود وہاں ہی ملاحظہ
کر لیں اختصاراً ہم ایک حوالہ عرض کرتے ہیں حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ (المتوفی
رمضان ۱۴۰۵ھ) فرماتے ہیں

ہم اپنی پہلی بعض کتابوں میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ الانبیاء احیاء فی قبورھم
لاشک فیہ اور یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ صوفیاء کرامؒ کے نزدیک یہ عذاب و ثواب قبر
اور تألم و تلذذ صرف روح سے تعلق رکھتا ہے (صوفیاء کرامؒ میں ایک جماعت اس کی
قائل ہے کہ قبر میں ثواب و عقاب کا تعلق روح کے ساتھ بمشارکت بدن مثالی ہے
اور یہ حضرات روح کا تعلق جسم عنصری اور جسم مثالی دونوں سے تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ
علامہ آلوسیؒ کے حوالہ سے یہ بات تسکین الصدور ص۱۳۶ میں موجود ہے۔ صفحہ (۱) اس جسم

عنصری سے اس کا تعلق نہیں اور فقہاء کرامؒ اور متکلمینؒ کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا
ہو پھر بھی قبر کے عذاب و ثواب اور تألم و تلذذ میں وہ روح کا شریک ہے اور فتویٰ بھی
فقہاء کرامؒ کے قول پر ہونا چاہیئے الخ (تسکین القلوب ص۴۲) اور نیز وہ عربی شرح مشکوٰۃ میں
لکھتے ہیں کہ

وقال الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ	حضرات فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ عذاب و
ھو للروح مع الجسد ویشارک	راحت روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور
الجسد فیہ الروح اھ	جسم اس میں روح کے ساتھ شریک ہوتا ہے

(التعلیق الفصیح ص۲۹ ج۱)

قارئین کرام! جناب نیلوی صاحب سے تو حق بات کے سمجھنے اور اس کے اقرار کرنے
کی سرے سے توقع ہی نہ رکھیں بلکہ خود سمجھنے کی کوشش کریں کہ حضرت قاضی صاحب
مرحوم تو فرماتے ہیں کہ حضرات فقہاء کرامؒ اور متکلمین عظامؒ قبر میں راحت و تکلیف کا تعلق
روح اور جسم عنصری کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فتویٰ بھی اسی پر ہونا چاہیئے
کیا یہ حضرات فقہاء کرامؒ متکلمینؒ اور سلفؒ و خلفؒ محققین کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہے؟
اگر یہ محقق نہ تھے تو دنیا میں محقق کون ہے؟ غرضیکہ جسد عنصری کا ثبوت قرآن کریم حدیث
شریف اور حضرات فقہاء کرامؒ اور متکلمین عظامؒ سے ہو گیا اس کا انکار کرنا اور یہ سمجھنا اور عوام الناس کو
یہ باور کرانا کہ جسد عنصری کا ثبوت قرآن و حدیث اور علماء امت سے نہیں جناب نیلوی صاحب
کی صرف جہالت ہی نہیں بلکہ دجل بھی ہے۔ جناب نیلوی صاحب سے ہمارا مطالبہ ہے
کہ قرآن کریم، صحیح صریح حدیث، حضرات محدثین کرامؒ، فقہاء عظامؒ، متکلمین نیک فرجامؒ سے جن کے اجساد
عنصریہ موجود ہیں کے بارے میں ثواب و عذاب کے سلسلہ میں جسد کے ساتھ مثالی کی قید بتائیں یا اجسام مثالیہ

...ہیں کوئی انکار نہیں ہے۔ الغرض قبر میں جسم عنصری کی روح کے ساتھ مشارکت سے حیات
...رآن کریم صحیح حدیث اور حضرات فقہاء کرامؒ اور متکلمین عظامؒ کی صریح عبارات سے ثابت
...ہے اور جسد کا لفظ جب بھی مطلق آئے گا تو اس سے جسد عنصری ہی مراد ہوگی کیونکہ یہی اس کا
...فرد کامل ہے جسم مثالی چونکہ بسلسلہ ثواب و عذاب قبر غیر ظاہر ہے اس لیے وہ دلیل کا محتاج
...ہے جس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے اور یہ عدل و انصاف کے اصول کے بھی بالکل
خلاف ہے کہ گناہ تو کرے جسم عنصری اور سزا بھگتے جسد مثالی۔ دنیا میں بحالت ایمان تکلیفیں
تو برداشت کرے جسد عنصری اور مزے لوٹے جسد مثالی یہ تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے

دعائیں ہم نے مانگی تھیں بہاریں غیر نے لوٹیں
ہمیں تو شاق گذرا ہے تمہارا یوں جواں ہونا

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ

"انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں"
(لطائف قاسمی ص ۳) کیا نیلوی صاحب حضرت نانوتویؒ کو عالم، صوفی، متکلم محقق اور خلف کا کوئی
فرد مانتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا دنیا میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجسام عنصریہ
حاصل تھے یا مثالیہ؟ قرآن کریم میں ہے وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ (پ
۱۷۔ الانبیاء۔ ۸) اور نہیں بنائے تھے ہم نے ان کے ایسے بدن کہ وہ کھانا نہ کھائیں (ترجمہ از شیخ الہندؒ)
یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کون سے اجسام اور ابدان مراد ہیں؟ اور اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ
حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ الحدیث سے کون سے اجساد مراد ہیں؟ خود جناب
نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: اور آپ کے جسم مبارک اجساد عنصریہ اپنے اپنے عرفی مقبروں میں
بالکل صحیح سلامت بلا تغیر و تبدل اسی حالت میں اب تک موجود ہیں۔ (ازکتاب المسطور ص ۱۴۹)
یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ جو حضرات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی

زندگی کو جسمانی اور دنیوی سے تعبیر کرتے ہیں ان کی مراد بھی صرف یہ ہے کہ روح اطہر کا تعلق اس
جسم مبارک سے ہے جو آپ کو دنیا میں حاصل تھا نہ یہ کہ بہمہ وجوہ دنیوی زندگی ہے جس پر احکام
دنیا مرتب ہوں اور وہ اہل دنیا کے شعور میں آسکے جیسا کہ نیلوی صاحب مغالطہ کا شکار ہیں کہ
آپ قبر میں زندہ ہیں تو فصل خصومات کیوں نہیں کرتے وغیرہ ذلک۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زندگی دنیوی جسم اطہر سے روح مقدس
کے تعلق سے ایسی واضح اور نمایاں ہے کہ غیر مقلدین حضرات کے رئیس الطائفہ جناب قاضی
محمد بن علی الشوکانیؒ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) بھی اسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں پاتے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم حي بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته وان الانبياء لا يبلون مع ان مطلق الادراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى وقد صح عن ابن عباسؓ مرفوعاً ما من احد يمر على قبر اخيه المؤمن وفي رواية بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الا عرفه ورد عليه ولابن ابي الدنيا اذا مر

اور محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور بے شک آپ اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور بلاشبہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے حالانکہ مطلق ادراک مثلاً علم اور سننا تو تمام مُردوں کے لیے ثابت ہے اور تحقیق سے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایسے مرد کی قبر کے پاس سے جسے

الرجل بقبر یعرفه، فیسلم علیه ردّ علیه السلام وعرفه واذا مَرَّ بقبرٍ لا یعرفه ردّ علیه السلام وصَحّ انه کان صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یخرج الی البقیع لزیارة الموتیٰ ویُسلم علیهم وورد النص فی کتاب الله فی حق الشهداء انهم احیاءٌ یرزقون والحیوة فیهم متعلقة بالجسد فکیف بالانبیاء والمرسلین وقد ثبت فی الحدیث انّ الانبیاء احیاء فی قبورهم رواه المنذری وصححه البیهقی وفی صحیح مسلم عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم قال مررت بموسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره

انتهی بلفظه

(نیل الاوطار ص ۲۶۴/۳)

وہ دنیا میں جانتا تھا اور وہ اُسے سلام کہے تو وہ اُسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور امام ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی ایسے مردہ کی قبر کے پاس سے گذرے جس کو وہ جانتا تھا اور اُسے سلام کہے تو وہ اس کو جان کر جواب دیتا ہے اور اگر وہ اُسے نہیں جانتا تو بلا جانے وہ اُسے جواب دیتا ہے اور صحیح (مسلم ص ۳۱۳/۱) کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مُردوں کی زیارت کے لیے جنت البقیع (کے قبرستان) میں جاتے تھے اور سلام کہتے تھے اور قرآن کریم میں شہدار کے بارے صراحت آیا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے اور اُن کی یہ حیات جسم (عنصری) کے ساتھ متعلق ہے تو حضرات انبیاء کرام اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اجسام سے کیوں متعلق نہ ہوگی؟ اور حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں امام منذری نے اس کو روایت کیا اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور

صحیح مسلم (ص ۲۶۸/۲) میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے آپ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات سرخ ٹیلے کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

اور تفسیر فتح القدیر ص ۲۶۵/۱ میں لکھتے ہیں کہ ترد الیهم ارواحهم فی قبورهم فیتنعمون الخ ان کی طرف ان کی ارواح قبور میں لوٹائی جاتی ہیں سو وہ مزے کرتے ہیں اور اسی کو وہ جمہور کا اور صحیح قول قرار دیتے ہیں۔ حیات کے اور بھی متعدد معانی ہیں جو اپنے اپنے موقع اور محل کے لحاظ سے وہ سب درست ہیں نہ تو ہمیں ان کا انکار ہے اور نہ وہ سب معانی یہاں مراد ہیں خواہ مخواہ کی تطویل سے کیا فائدہ؟ اور عوام کو غیر متعلق اور لا یعنی حوالوں اور ابحاث میں اُلجھانے سے کیا حاصل؟ مقصود کے پیش نظر خَیْرُ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

ع عشق کے مکتب کا ہے یہ قاعدہ چپ رہو مطلب ادا ہو جائے گا

امام الحسین بن محمد الراغبؒ (المتوفی ۵۰۲ھ) کی عبارت نقل کرنے میں جناب نیلوی صاحب نے کوتاہی کی ہے سیاق و سباق کی پوری عبارت نقل کر دیتے تو ان کے بے بنیاد دعویٰ کی جڑ ہی کٹ جاتی۔ امام راغبؒ حیّ کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے حیات کے متعدد معانی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

والرابعة عبارة عن ارتفاع الغمّ اور چوتھا معنی حیات کا غم کا دور ہونا ہے اور

وبهذا النظر قال الشاعر ؎ اسی معنی میں شاعر کہتا ہے کہ

لیس من مات فاستراح بمیّتٍ جو شخص مر گیا اور اُسے راحت حاصل ہوگئی تو وہ مُردہ

انما الميت ميّت الاحياء
وعلى هذا قوله عزّ وجل وَلَا
تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
اى هم متلذذون لما روى فى
الاخبار الكثيرة فى ارواح الشهداء
والخامسة الحياة الأخروية
الابدية وذلك يتوصل اليه
بالحياة التى هى العقل والعلم
قال الله تعالى اِسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ
إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وقوله
يا ليتنى قدمت لحياتى يعنى بها
الحياة الأخروية الدائمة انتهى
(المفردات فى غريب القرآن ص۱۳۸)

نہیں ہے مُردہ تو وہ ہے جو زندوں میں رہ کر بھی بے کار ہو
یعنی جسے عقل اور علم نصیب نہ ہو اور اس
معنیٰ کے رُو سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ
تم ہرگز ان لوگوں کو مُردے نہ کہو جو اللہ تعالیٰ
کے راستہ میں مارے گئے بلکہ وہ اپنے رب کے
ہاں زندہ ہیں یعنی وہ مزے لوٹ رہے ہیں جیسا کہ
احادیث کثیرہ میں شہداء کی ارواح کے بارے
آیا ہے اور پانچواں معنیٰ حیات اُخرویہ ابدیہ
ہے اور اُس تک اُس حیات کے ذریعے
رسائی ہوتی ہے جو عقل و علم سے حاصل ہو.
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اللہ تعالیٰ
اور رسول کا حکم مانو جس وقت بلائے تم کو اُس کام
کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ
کا کافر کے قول کی حکایت کرتے ہوئے
ارشاد ہے کاش کہ میں اپنی حیات کے لیے
کچھ آگے بھیجتا اس حیات سے بھی حیات
اُخرویہ دائمہ مراد ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا حضرات شہداء کو صرف چوتھے معنیٰ کی حیات ہی حاصل ہے اور
وہ حیات کے پانچویں معنیٰ سے محروم ہیں؟ اور کیا شہداء کے ابدان عنصریہ کو شہید کیا جاتا ہے

یا ارواح کو؟ اور کیا مرنے سے صرف ارواح اڑاتی ہیں یا ابدان بھی؟ اگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے بعد حضرات شہداء کو حیات اخرویہ دائمہ حاصل نہیں تو اور کس کو حاصل ہو گی؟ اور ہم
تسکین الصدور، سماع الموتیٰ، الشہاب المبین کے علاوہ اس پیش نظر کتاب میں بھی باحوالہ عرض
کر چکے ہیں کہ بعد از وفات حیات اعادۃ الارواح الی الابدان العنصریۃ کے طریق سے حاصل
ہے گو وہ اہل دُنیا کے شعور و ادراک سے بالاتر ہے یہی صحیح احادیث کا مفاد ہے اور یہی
حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے اور اسی پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے حضرات
شہداء کے ابدان عنصریہ سے اُن کی ارواح کا تعلق قائم ہوتے ہوئے بھی ان کی ارواح سبز رنگ
کے طیاروں میں سوار ہو کر جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی پھریں اس میں شرعاً کیا اشکال ہے؟
اور ان طیور (طیاروں) کے ساتھ ان کی ارواح کا ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ موتی اور ہیرے صندوق
میں رکھ دیئے جاتے ہیں (یا آجکل جیسا کہ لوگ ہوائی جہاز یا ریل یا کار وغیرہ میں سفر کرتے ہیں صفدر)
نہ ایسا تعلق جیسا کہ ارواح کا ابدان دُنیویہ کے ساتھ تدبیر کا تعلق تھا۔ (ملاحظہ ہو لمعات حاشیہ
ترمذی ص۱۹۷ ج۱) اگر جناب نیلوی صاحب حضرت امام راغب کا پیش کردہ شعر بھی نقل کر دیتے
اور آگے حیات کا پانچواں معنیٰ بھی ساتھ ہی نقل کر دیتے اور شہید کا معنیٰ بھی سمجھتے تو حقیقت
بالکل آشکارا ہو جاتی مگر انہوں نے اسی میں خیر سمجھی کہ شعر نہ نقل کیا جائے جس سے حیات
کے چوتھے معنیٰ کی اصلیت واضح ہوتی ہے اور نہ پانچواں معنیٰ نقل کیا اور نہ شہید کا مفہوم ہی
بیان کیا کہ قتل اور شہید کس کو کیا جاتا ہے؟ مگر وہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے تو اپنے مطلب کے لیے
لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کا جملہ ہی درکار ہے سیاق و سباق سے مجھے کیا غرض؟

زمانے کے لب پہ زمانے کی باتیں ۔۔۔ مری دُکھ بھری داستاں میرے دل میں

تفسیر مظہری کا حوالہ: جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ

نے اموات کے معنی لکھے ہیں۔

امواتا غیر مستشعرین باللذات والنعماء (تفسیر مظہری ص۲۲۲ ج۱) یعنی انہیں مزوں اور نعمتوں کا شعور نہیں الخ۔

الجواب: جناب نیلوی کی سمجھ اور فہم بھی عجائبات زمانہ میں سے ایک اعجوبہ ہے اس انداز استدلال سے ان کا مقصد یہ ہے کہ شہداء کے اجساد عنصریہ مُردے ہیں اور مزوں اور نعمتوں کے شعور سے بالکل محروم ہیں اور ان کا تلذذ و تنعم صرف ان کی ارواح سے متعلق ہے مگر ان کا یہ استدلال قطعاً باطل ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○

اور تم ہرگز نہ خیال کرو ان لوگوں کے بارے جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مُردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیے جاتے ہیں۔

بالکل ظاہر امر ہے کہ شہید کی نہ روح قتل کی جاتی ہے اور نہ جسد مثالی بلکہ اس کا جسد عنصری قتل کیا جاتا ہے اور رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں وہ مُردے نہیں بلکہ زندہ ہیں اور اپنے رب تعالیٰ کے ہاں وہ کھاتے پیتے ہیں غرضیکہ اللہ تعالیٰ شہداء کے اجساد عنصریہ کو بَلْ أَحْيَاءٌ سے زندہ کہتے ہیں اور جناب نیلوی صاحب ان کو مُردہ کہتے ہیں اب فیصلہ قارئین کرام پر ہے کہ رب تعالیٰ کا ارشاد حق ہے یا جناب نیلوی صاحب کا خود ساختہ نظریہ؟

وثانیاً: اس لیے کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ○

اور نہ کہو ان کے بارے جو خدا کی راہ میں مارے گئے کہ مُردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں

اس آیت کریمہ میں عدم شعور دنیا میں زندوں کی صفت بیان فرمائی ہے نہ کہ شہداء کی اور مطلب یہ ہے اے زندو! اگرچہ شہداء قبر اور برزخ میں زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں۔
مگر جناب نیلوی صاحب پر تحقیق و تدقیق کا زور ہے وہ عدم شعور شہداء کی صفت بناتے اور بتاتے ہیں۔

وثالثاً: اس لیے کہ اَمْوَاتًا لَا تَحْسَبَنَّ کا مفعول اور غیر مستشعرین الخ امواتا کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے دنیا میں زندہ لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو ایسے مُردے نہ سمجھو کہ وہ مزوں اور نعمتوں کا شعور نہ رکھتے ہوں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور بالکل عیاں ہے کہ زندہ بھی وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیے گئے اور رزق بھی انہیں کو ملتا ہے جناب نیلوی صاحب کی یہ قرآن دانی ہے اور بقول خود وہ ناظم قرآن اور درحقیقت وہ ہادم قرآن ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ کہ لَا تَحْسَبَنَّ کے فعل کو مع حرف نفی کے بالکل نظر انداز کرتے ہیں اور امواتٌ کے جملہ کو جو مفعول ہے مبتدا بنا کر غیر مستشعرین الخ کو اس کی خبر بنا کر معنی یہ کرتے ہیں یعنی انہیں مزوں اور نعمتوں کا شعور نہیں الخ۔ اس قرآن فہمی پر افسوس بھی ہوتا ہے اور رنج بھی مگر وہ اپنی تحقیق پر خوب نازاں ہیں اور ان کے سطحی حواریوں نے انہیں خلا تک پہنچا دیا ہے ؎

جنوں کہتا ہے پندار جنوں کی انتہا کر دوں
مہ و انجم کو اس کے پائے ناز پر فدا کر دوں

ورابعاً: اس لیے کہ جناب نیلوی صاحب کا بیان کردہ مطلب حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ کی مراد کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

ومن اجل ذلک الحیوٰۃ لا تاکل الارض اجسادھم ولا اکفانھم

اور اسی حیات کی وجہ سے زمین شہداء کے اجسام اور ان کے اکفان کو نہیں کھاتی

غور فرمائیں کہ حضرت قاضی صاحبؒ تو شہداء کے اجسادِ عنصریہ کی حیات کے قائل ہیں کہ زمین نہ تو ان کے اجسام کو کھاتی ہے اور نہ ان کے اکفان کو۔ کیونکہ جو جسم کھانے کے لائق ہے وہ جسد عنصری ہے نہ کہ جسد مثالی جیسا کہ کسی بھی عاقل پر مخفی نہیں چہ جائیکہ عالم پر

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ

والشہید لایبلیٰ فی القبر ولا یأکلہ الارض وھذا ایضاً من آثار حیاتہ

اور قبر میں شہید بوسیدہ نہیں ہوتا اور نہ اس کو زمین کھاتی ہے اور یہ بھی اس کی حیات کے آثار میں سے ہے۔

(تفسیر مظہری ص ۱۴۰/۲)

اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ شہید کا جسم عنصری ہی قتل کیا جاتا ہے اور اسی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور اسی کو زمین نہیں کھاتی اور نہ وہ بوسیدہ ہوتا ہے اور یہ اس کی حیات کے آثار ہیں جناب نیلوی صاحب کا مسئلہ حیات میں غلو جنون کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ وہ جسد عنصری کے تعلق سے حیات کا تصور تک بھی نہیں کر سکتے جہاں بھی لفظ حیات آتا ہے اس کی وہ یہی تاویل بلکہ تحریف کرتے ہیں کہ اس حیات سے جسد مثالی اور روح کی برزخی حیات مراد ہے۔ لیکن قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور اہل السنت والجماعت کا واضح نظریہ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کا فقہ اکبر میں روشن فتویٰ ان پر ضرب کاری ہے البتہ لاَ نُسَلِّمُ کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے

خصوصاً حضرات انبیاء کرام اور شہداء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تو مقام ہی بہت بلند ہے حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ عامۃ المؤمنین اور کفار کے بارے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

ان مقر ارواح المؤمنین فی علیین او فی السماء السابعۃ ونحو ذلک کما مرّ ومقر ارواح الکفار فی سجین ومع ذلک لکل روح منہا اتصال بجسدہ فی قبرہ لا یدرک کنہہ الا اللّٰہ تعالیٰ وبذلک الاتصال یصح ان یعرض علی الانسان المجموع المرکب من الجسد والروح مقعدہ من الجنۃ او النار ویحس اللذۃ او الالم ویسمع سلام الزائر ویجیب المنکر والنکیر ونحو ذلک مما ثبت بالکتاب والسنۃ اھ

بے شک مومنوں کی ارواح کا ٹھکانا علیین یا ساتواں آسمان اور اس کی مانند کوئی جگہ ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور کفار کی ارواح کا ٹھکانا سجین ہے لیکن بایں ہمہ ہر ایک روح کا اس جسم سے جو قبر میں ہے تعلق ہے جس کی حقیقت بجز پروردگار کے کوئی اور نہیں جانتا اور اسی اتصال کی وجہ سے درست ہے کہ انسان پر جو جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہے اس کا ٹھکانا جنت یا دوزخ پیش کیا جائے اور وہ لذت یا دکھ محسوس کرے اور زیارت کرنے والے کا سلام سنے اور منکر نکیر کو جواب دے اور اسی طرح کے اور امور جن کا ثبوت کتاب و سنت سے ہو چکا ہے۔

(تفسیر مظہری ص ۱۲۳/۱۰)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ حضرت قاضی صاحبؒ تو عام مومنوں اور کفار کی ارواح کا تعلق بھی قبور میں ان کے اجساد عنصریہ کے ساتھ تسلیم کرتے اور ان کے دکھ اور سکھ کو محسوس کرنے اور زیارت کنندہ کے سلام کا ادراک کرنے اور منکر نکیر کے سوالات کو سمجھ کر جوابات دینے کا اثبات کتاب و سنت کے حوالے سے کرتے ہیں اور جناب نیلوی صاحب ہیں جو حضرت قاضی صاحبؒ کی عبارت سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ حضرات شہداء کے اجسام عنصریہ مردوں اور نعمتوں کے شعور سے محروم ہیں اور یہی کچھ بعض دیگر باطل فرقے کہتے ہیں مگر کیا کیا جائے؟ ع

دشمنوں کے ساتھ میرے دوست بھی آزاد ہیں ‏ دیکھنا ہے کھینچتا ہے مجھ پہ پہلا تیر کون !

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

یُرْزَقُوْنَ من الجنة تاکید لکونھم احیاء (تفسیر مظہری ص۱۵۱ ج۲)	شہداء کو جنت سے رزق دیا جاتا ہے اور یہ امر ان کے زندہ ہونے کی تاکید کرتا ہے ۔

غرضیکہ خود حضرت قاضی صاحبؒ کی واضح عبارتیں حضرات شہداء کی حیات جسمانی و عنصری کو عیاں کرتی ہیں اور ان کے لیے جنت سے رزق اور ان کے شعور کو اُجاگر کرتی ہیں جن میں کوئی خفاء نہیں ۔

وجہ اشتباہ و مغالطہ

معتزلہ وغیرہ باطل فرقوں نے تو صدیوں سے یہ مغالطہ پہلے باندھ رکھا ہے کہ چونکہ قبر میں شہید وغیرہ کسی بھی میت جسد والے مُردہ کی حیات ہمیں محسوس نہیں ہوتی اور نہ اس کا شعور و مشاہدہ ہوتا ہے اس لیے حیات جسم عنصری سے متعلق نہیں بلکہ روح یا جسد مثالی سے وابستہ ہے اور یہی نظریہ جناب نیلوی صاحب نے اُن سے چرایا یا بلحاظ الفاظ مستعار لیا ہے ۔ اور اسی غلط نظریہ کا رد حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ یوں کرتے ہیں ۔

ولکن لا تشعرون فیه تنبیه علی ان حیاتھم لیست من جنس ما یحسه کل احد و انما ھی امر لا یدرك بالعقل و لا بالحس بل بالوحی او الفراسة الصحیحة المقتبسة من الوحی (تفسیر مظہری ص۱۵۳ ج۱)	اور لیکن تمہیں شعور نہیں اسمیں اس امر پر تنبیہ ہے کہ شہداء کی حیات اس قسم کی نہیں جس کا ہر کوئی احساس کرسکے یہ حیات ایسی ہے کہ نہ تو عقل سے اس کا ادراک ہوتا ہے اور نہ حس سے بلکہ اس کا ادراک صرف وحی سے ہوتا ہے یا فراست صحیحہ سے جو وحی سے حاصل ہو ۔

اس عبارت میں حضرت قاضی صاحبؒ نے ان لوگوں کے اس باطل نظریہ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر حیات کا یہ معنیٰ ہے کہ روح کا جسد عنصری سے تعلق ہے تو پھر اس کا مشاہدہ اور احساس ہونا چاہیئے اور ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وحی جلی و متلو میں بَلْ اَحْیَاءٌ اور وحی خفی و غیر متلو میں فتعاد روحہ فی جسدہ آیا ہے جس سے اُنکی حیات ثابت ہے اور لُغتہً لفظ عود اور اعادہ بھی اسی کو چاہتا ہے کہ روح اُسی جسم کی طرف لوٹائی جائے جس جسم میں پہلے دُنیا میں وہ تھی اور وہ جسد عنصری ہی ہے نہ کہ مثالی ۔ اور اس وحی کے بعد اس حیات کا شعور و احساس اُس فہم کامل اور فراست صحیحہ سے ہوتا ہے جو وحی سے حاصل ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اہل السنت والجماعت کو وہ فراست صحیحہ حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ حیات کے قائل ہیں اور اس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ تسکین الصدور میں اس پر روشن حوالے مذکور ہیں اور اس کی مثال یوں دیتے ہیں جیسے سکتہ کا بیمار کہ دیکھنے والے کو اس میں حیات نہیں نظر آتی مگر ہوتا وہ زندہ ہے اور اس کی روح کا جسم عنصری سے باقاعدہ تعلق ہوتا ہے ۔

جناب نیلوی صاحب کا بلا تفصیل کہ یہ کہنا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا اور کفن دیا گیا اس لیے ان پر زندوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور شہداء کو غسل اور کفن کے بغیر دفن کیا جاتا ہے لہٰذا وہ زندہ ہیں (محصلہ) مُسلّم نہیں اولاً تو اس لیے کہ اس کا کیا معقول ثبوت ہے کہ سب حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا ہے ؟ وثانیاً اس لیے کہ بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ شہید بھی ہوئے قرآن کریم میں وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ اور وَقَتْلِھِمُ الْاَنْبِیَآءَ اس کا واضح ثبوت ہے تو ان کو تو زندہ تسلیم کریں ۔ وثالثاً اس لیے کہ صرف اُس شہید کو غسل اور کفن نہیں

دیا جاتا جو میدان جنگ میں شہید ہو جاتے اور وہاں سے اٹھا کر نہ لے جایا گیا ہو اور اس نے کھانے پینے اور دوا وغیرہ استعمال کرنے کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا ہو جس کو حضرات فقہاء کرام ارتثاث سے تعبیر کرتے ہیں (ملاحظہ ہو ہدایہ ص۱۴۳ ج۱ وشرح وقایہ ص۲۶۴ ج۱ وغیرہ)

حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں

وتلك السنة في من قتل في المعترك فلم يدرك حتى مات واما من حمل منهم فعاش ماشاء الله بعد ذلك فانه يغسل ويصلى عليه كما فعل بعمرؓ (موطا امام مالکؒ ص۱۶۸ طبع مجتبائی دہلی)

اور یہ کارروائی ان شہداء سے ہوگی جو میدان جنگ میں شہید ہوئے اور کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور مر گئے باقی رہا وہ شہید جو وہاں سے اٹھایا گیا اور وہ اس کے بعد زندہ رہا تو اس کا غسل بھی ہے اور جنازہ بھی جیسا کہ حضرت عمرؓ سے کیا گیا۔

اور اسی صفحہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

ان عمرؓ بن الخطاب غسل وكفن وصلى عليه وكان شهيدا يرحمه الله (موطا امام مالکؒ ص۱۶۸)

بے شک حضرت عمرؓ کو غسل اور کفن دیا گیا اور ان کی نماز جنازہ بھی ادا کی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شہید تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ احد پہاڑ پر تھے کہ وہ لرز گیا آپؐ نے اس پہ پاؤں مبارک مارا اور فرمایا کہ ٹھہر جا تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں (بخاری ص۵۲۳ ج۱) اس صحیح حدیث میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہید فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیٹ (اسہال وغیرہ) کی بیماری اور طاعون میں مرنے والے پانی میں ڈوب کر اور مکان دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرجانے والے کو شہید قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو بخاری ص۹۹ ج۱ و ص۳۹۷ ج۱ ومسلم ص۱۴۲ ج۲ و۱۴۳ وموطا امام مالک ص۳۶ طبع مجتبائی دہلی) اور حضرت امام بخاریؒ نے مستقل باب قائم کیا ہے باب الشہادۃ سبع سوی القتل (ص۳۹۷ ج۱) کہ قتل فی سبیل اللہ کے علاوہ شہید سات قسم کے ہیں۔ ان میں ان مذکورین کے علاوہ ذات الجنب نمونیا اور سل (دق) میں مرنے والا اور والمرأۃ تموت بجمع یعنی وہ عورت جو بچے کی پیدائش کے وقت درد زہ میں فوت ہو جائے بھی شامل ہیں (الجامع الصغیر ص۴۲ ج۲ مالک حم د ن ہ حب ک صحیح) اور کوئی مومن سمندری سفر طے کرتے وقت سر چکرانے سے مر جائے تو وہ بھی شہید ہے اور ڈوب کر مر جانے والا تو دو شہید ہے (ابوداؤد ص۳۳۷ ج۱ ومشکوٰۃ ص۳۳۲ ج۲) اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلا اور مر گیا یا قتل کر دیا گیا یا گھوڑے یا اونٹ سے گر کر گردن ٹوٹ گئی یا سانپ وغیرہ کوئی کیڑا لڑ گیا اور وہ مر گیا یا اپنی چارپائی پر جس طرح بھی مر گیا تو وہ شہید ہے (ابوداؤد ص۳۳۸ ج۱ ومشکوٰۃ ص۳۳۳ ج۲) اور اسی طرح مومن اپنا مال، دین، اہل و عیال، جان اور اپنے جائز حق کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا شہید ہے (نسائی ص۱۵۵ ج۲) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت طلب کی تو اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے درجات پر پہنچا دیگا اگرچہ وہ اپنی چارپائی پر مرا ہے (مسلم ص۱۴۲ ج۲) اور اس کے علاوہ بھی بے شمار شہداء ہیں۔ اور ان سب کو غسل اور کفن دیا جاتا ہے غرضیکہ جناب نیلوی صاحب کا مطلقاً یہ کہنا کہ شہداء کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا کتب حدیث اور فقہ سے بے خبری پر مبنی ہے رہا تیسرا مسئلہ اس لیے کہ جناب نیلوی صاحب الکتاب المسطور ص۹ میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے لکھتے ہیں کہ ان کے اجساد عنصریہ میں روحیں نہیں ہیں ان کا صحیح سلامت رہنا ہی آثار کمال قدرت الٰہیہ کا ظہور ہے ورنہ بے روح چیز تو زمین کا لقمہ بن جاتی ہے (بلفظہ) گویا ان کے نزدیک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لیے زندہ نہیں کہ قبروں میں ان کے اجساد

عنصریہ سے ارواحِ طیبہ کا تعلق نہیں وہ ان کے نزدیک صرف اس معنیٰ میں زندہ ہیں کہ ان کی ارواح زندہ ہیں اب سوال یہ ہے کہ شہداء کو جو وہ زندہ کہتے ہیں تو کس معنیٰ میں زندہ کہتے ہیں اگر اس معنیٰ میں زندہ کہتے ہیں (جس کا وہ اس نہج پر پہنچ کر تصور بھی نہیں کر سکتے) کہ انکی ارواح کا انکے اجسادِ عنصریہ سے تعلق ہے تو یہ تو اہلِ حق کا مسلک ہے اور جناب نیلوی صاحب تو اس حق مسلک کے پیچھے لٹھ لیے پھرتے ہیں اور اگر اس معنیٰ میں زندہ کہتے ہیں کہ ان کے ارواح زندہ ہیں تو پھر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات شہداء میں تفریق کا کیا مطلب؟ ارواح تو سبھی کی زندہ ہیں؟ پھر شہداء پر زندوں کا اطلاق کرنا اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر زندوں کا اطلاق نہ کرنا کیونکر درست اور صحیح ہے!

جناب نیلوی صاحب کی اس نرالی منطق اور افسانہ کو کون سمجھے گا؟ مگر وہ کہہ دیں گے کہ ؎

حالِ دل، احوالِ غم، شرحِ تمنا، عرضِ شوق — بے خودی میں کہہ گئے افسانہ در افسانہ ہم

جناب نیلوی صاحب کی یہ منطق بھی بڑی ہی نرالی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسادِ عنصریہ کو ارواح کے تعلق کے بغیر محفوظ تسلیم کرنے میں تو قدرتِ الٰہیہ کا ظہور ہے مگر کیا ان کے اجسادِ عنصریہ سے ارواحِ مبارکہ کے تعلق سے ان کے محفوظ و سلامت رہنے میں رب تعالیٰ کی قدرت معاذ اللہ تعالیٰ مفقود ہو جاتی ہے؟ کیا اس کی قدرت کا ظہور اس طرح نہیں ہو سکتا کہ ارواحِ طیبہ کا تعلق ابدانِ مبارکہ سے بھی ہو اور علیین اور جنت سے بھی تعلق برقرار رہے کہ عقلِ انسانی تو اس مقام میں دنگ و حیرت زدہ رہ جاتی ہے مگر قدرتِ الٰہیہ کا ظہور علیٰ وجہ الاتم ہوتا ہے جیسا کہ تمام اہلِ حق اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ نہ تو قدرتِ الٰہیہ اور احادیثِ صحیحہ کا انکار ہوا اور نہ اہلِ حق کا دامن چھوٹے اور نہ وہ خفا ہوں کرشمہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی ؎

دل جائے جان جائے قیامت ہی کیوں نہ آئے — سب کچھ مجھے قبول ہے مگر تو خفا نہ ہو

نرالی منطق

جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ احادیث میں عذاب و ثواب کے واقعات اکثر جو آئے ہیں اسی ارواح کے عذاب و ثواب کو بتایا گیا ہے اگر بدن کے ذرات جہاں بھی منتشر ہو کر اڑ جائیں برزخی عذاب ہر ہر ذرہ کو ہوتا ہے گا جو محسوس نہیں بسیط عذاب غیر محسوس غیر شعوری حقیقی عذاب ہوگا کیونکہ حیات بھی غیر شعوری غیر ترکیبی ہے اس پر عذاب بھی ثواب بھی غیر محسوس غیر شعوری ہوگا کما لا یخفی علی المومن اللبیب بلفظہ (شفاء الصدور طبع اول ص ۳۶ و ص ۱۰۵) اس عبارت میں جناب نیلوی صاحب عذاب و ثواب کا تعلق ارواح سے مانتے ہیں اور یہ نظریہ جمہور اہل السنت والجماعت کے حق و منصور مسلک کے خلاف ہے تسکین الصدور ملاحظہ فرمائیں اور پھر متصل خود ہی اپنے اس غلط نظریہ کا رد کرتے ہیں کہ بدن کے ذرہ ذرہ کو برزخی عذاب ہوتا ہے یہاں بدن سے ان کی کیا مراد ہے؟ اگر بدن مثالی ہے تو وہ ذرہ ذرہ نہیں ہوتا اور اگر بدن عنصری مراد ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ عذاب روح کے تعلق کے بغیر ہوتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم نے تسکین الصدور ص ۸۶ میں علامہ خیالیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ قول نری حماقت ہے اور اگر روح کے تعلق سے ہے تو اہل حق کا قول تسلیم کر لیا جس کے لیے جناب نیلوی صاحب کا ذہن کسی قیمت پر آمادہ نہیں ہے ہاں مجبور ہو جائیں تو معاملہ الگ ہے ؎

مجبوریوں پہ اشک بہاتا کبھی کبھی — جز اس کے اور کیا ہے میرے اختیار میں

عجیب شوشہ

جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ شہداء پہ زندوں کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام پہ زندوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی وفات کے بعد کپڑوں سمیت غسل دیا گیا اور کفن دیا گیا اور ان کے

ساتھ شہیدوں کا سا برتاؤ نہیں کیا گیا کہ بغیر غسل دیئے ان کے معصوم مطہر معطر و مقدس اجساد طیبہ کو زیب تن کپڑوں کے ساتھ دفن کیا گیا ہو اور یہ بات سب امت کے نزدیک متفق علیہ و مجمع علیہ ہے کسی ایک فرد کا اس میں اختلاف نہیں سو اس معنی کی رُو سے سب کے نزدیک ان پر میت کا اطلاق درست ہوا اور حی کا اطلاق اس معنی کی رو سے درست نہیں بلفظہ (الکتاب المسطور صفحہ ۱/۱۲)

اور صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ ان اجساد عنصریہ میں روحیں نہیں ہیں ان کا صحیح سلامت رہنا ہی کمال قدرت الٰہیہ کا ظہور ہے ورنہ بے روح کی چیز تو زمین کا لقمہ بن جاتی ہے الخ

الجواب جناب نیلوی صاحب کہتے ہیں کہ شہداء تو زندہ ہیں مگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر زندوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ شاید مولانا حالیؒ نے ایسے ہی غالی لوگوں کے بارے یہ فرمایا ہے کہ

ع شہیدوں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں"

ہم نے تسکین الصدور ص ۲۷۵ و ص ۲۷۶ طبع دوم میں جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کا یہ فتویٰ بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن نقل کیا ہے جس پر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے پچاس علماء کرام کی تصدیقات اور دستخط موجود ہیں جن میں (۱) مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتویؒ (۲) مولانا ولی اللہ صاحبؒ انہی ضلع گجرات (۳) مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ (۴) مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر (۵) مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ (۶) مولانا قاضی نور محمد صاحبؒ (۷) مولانا احمد حسین سجاد بخاریؒ (۸) حضرت مولانا قاضی غلام مصطفیٰ صاحب برجالویؒ (۹) اور حضرت مولانا قاضی محمد عصمت اللہ صاحب وغیرہم ہیں انکے الفاظ یہ ہیں

اور اس عالم دنیا سے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں یعنی قبر میں جیسا کہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ کے حوالہ سے عرض کیا جا چکا ہے الانبیاء

احیاء فی قبورھم لا شک۔ صفحہ ۱) مثل شہداء بلکہ شہداء سے بھی اعلیٰ و ارفع حیات برزخیہ عطا فرمائی گئی وہ حیات دنیویہ نہیں بلکہ اس سے بدرجہا اعلیٰ ارفع اجمل و افضل حیات برزخیہ ہے نہ کہ حیات دنیویہ لیکن اگر کوئی اس حیات کو دنیوی کے نام سے تعبیر کرے اور آپؐ کی حیات برزخیہ سے بھی انکار نہ کرے تو اس کو جماعت اہل السنۃ سے خارج نہیں کرنا چاہیئے اھ (ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ جنوری ۱۹۶۲ء صفحہ ۳۲) جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے یہ تمام اکابر علماء تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دنیوی حیات سے بھی بدرجہا اعلیٰ حیات کا اثبات اور اس کا اطلاق کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپؐ کو ارفع حیات برزخیہ حاصل ہے اور جناب نیلوی صاحب کہتے ہیں کہ شہداء پر تو زندوں کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر زندوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ اور وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ کا ارشاد بھی موجود ہے کہ بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کافروں اور ظالموں نے شہید بھی کیا ہے مگر جناب نیلوی صاحب پر مماتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مسئلہ کا نظریہ بھوت اور نشہ اس قدر سوار اور غالب ہے کہ وہ ان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی جو شہید ہوئے بعنوان انبیاء زندہ نہیں مانتے اور نہ انہیں مستثنیٰ کرتے ہیں بعنوان شہداء انکو زندہ تسلیم کرتے ہیں ان کے نبوت اور رسالت کے اعلیٰ درجہ سے اغماض ہے کما لا یخفی۔ مگر کیا کیا جائے جناب نیلوی صاحب بقول خود و زعم خویش خادم قرآن ہیں کاش وہ کسی حقیقی خادم قرآن سے استفادہ کرتے تو قدم قدم پر ٹھوکریں نہ کھاتے اس لیے کہ ؎

خار کو پھر گل کی صحبت سے ملا حسن جمیل
تھا یہ بے رونق بیاباں پہ گلستاں ہو گیا

رہا جناب نیلوی صاحب کا یہ نظریہ کہ چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا اور کفن بھی دیا گیا لہٰذا وہ زندہ نہیں عجیب منطق ہے کیا کپڑوں سمیت غسل دینا اور کفن دینا موت کی علت ہے؟ کپڑوں سمیت غسل کرنے والے اور لباس آخرت یعنی احرام کی سفید چادروں میں چلنے پھرنے والے کیا بھی مُردے ہوتے ہیں؟ اور جناب نیلوی صاحب یہ علمی بات بھی بالکل نظر انداز کر گئے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعض خصوصیات بھی ہیں اگر بالفرض سب کے لیے کسی صحیح مرفوع اور صریح حدیث سے کپڑوں سمیت غسل دینا ثابت ہو جائے تو یہ ان کی خصوصیات میں سے ہوگا نہ یہ کہ موت کی علت ہوگی۔ جیسا کہ انہوں نے بلا وجہ یہ سمجھ رکھا ہے اور ہم نے تسکین الصدور وغیرہ میں صراحت کے ساتھ یہ بات عرض کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات انک میت وغیرہ نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے آپؐ کی وفات کا کوئی منکر نہیں بعض حضرات نے لفظ وفات کی تشریح اپنے ذوق اور انداز سے کی ہے مگر وفات کا انکار نہیں کیا جیسا کہ حضرت نانوتویؒ وغیرہ اور جمہور اہل اسلام وفات کا معنیٰ انقطاع الروح عن الجسد کرتے ہیں اور غسل دیتے اور کفن پہناتے وقت یہی کیفیت ہوتی ہے ہاں قبر میں دفن کر چکنے کے بعد صحیح بلکہ متواتر حدیث فتعاد روحہٗ فی جسدہٖ کے مطابق اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ارشاد کے موافق واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہٖ حق (فقہ اکبر) قبر میں حیات تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس پر واضح دلائل موجود ہیں جیسا کہ اس کتاب میں بھی اختصاراً بعض حوالے مذکور ہیں جناب نیلوی صاحب خود الکتاب المسطور ص ۲۵۱ ج ۱ میں فتاویٰ دار العلوم ص ۴۲۶ ج ۵ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات قوی تر ہے اس کے بعد شہداء کی پھر جملہ مومنین و مومنات کی درجہ بدرجہ اور نصوص صرف انبیاء علیہم السلام

اور شہداء کی حیات میں وارد ہیں بلفظہٖ

اور ص ۲۵۰ میں کفایت المفتی ص ۶۹ ج ۱ کے حوالے سے لکھتے ہیں

انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے دنیا کے اعتبار سے تو وہ سب اموات میں داخل ہیں انک میت وانہم میتون اس کی صریح دلیل ہے بلفظہٖ

ان عبارات سے واضح ہوا کہ قبور میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی حیات حاصل ہے اور شہداء سے اعلیٰ درجہ کی ہے گو یہ حیات برزخی ہے کہ دنیا کی زندگی کے لوازم اس میں نہیں پائے جاتے مگر ہے حیات۔ اور دنیا کے اعتبار سے وہ اموات بھی ہیں کیونکہ وہ حیات اہل دنیا کے شعور سے بالاتر ہے۔ ولٰکن لا تشعرون ○

جناب نیلوی صاحب نے جو یہ لکھی کہ شہداء پر زندوں کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام پر زندوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ تو گویا خود ہی اپنے سابق باطل نظریہ کی فتاویٰ دار العلوم اور کفایت المفتی کے صریح اور جاندار حوالوں سے تردید کر دی ہے مگر مجذوب ہونے کی وجہ سے قاصر رہے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ہم ان کے محرم اسرار ہیں ؎

اے قطرۂ ساحل نہ الجھ میرے جنوں سے نادان نہ سکوں پائے گا ٹکرا کے بھنور سے

خود اپنی تردید

جناب نیلوی صاحب نے تسکین الصدور میں پیش کردہ ٹھوس حوالوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں وہ یوں کہ ہمارے ہی بعض نقل کردہ حوالوں کو بنیاد بنا کر اور حضرات فقہاء کرامؒ اور متکلمینؒ اہل سنت کا حوالہ دیکر تحریر کرتے ہیں۔

کہ قبر کا عذاب یا ثواب محسوس کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے صرف اسی قدر حس اور

ادراک میت میں پیدا کرتا ہے کہ جس قدر سے وہ عذاب کے الم اور ثواب کی لذت کو جو
اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے پہنچتی ہے محسوس اور دریافت کر سکتا ہے زیادہ کا ادراک
نہیں ہے اس دعویٰ پر دلیل کے لیے عام کتب فقہ حنفیہ کی ایسی عبارتیں موجود ہیں جو عامہ
علمائے حنفیہ اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ اور تمام اہل عقائد اہل سنت کا یہی عقیدہ ثابت کرتی ہیں الخ
بلفظہٖ (الکتاب المسطور ص ۱۸/۱۱۰)

ظاہر بات ہے کہ لفظ میت سے جسد عنصری ہی مراد ہے کیونکہ نہ تو روح میت
ہے اور نہ جسد مثالی اب سوال یہ ہے میت میں یہ حس و ادراک کیسے پیدا ہوتی ہے؟
تسکین الصدور ص ۱۱۰ میں ہم نے صحیح حدیث کے حوالہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔
فتعاد روحہ فی جسدہ۔ اور تسکین الصدور ص ۱۵۲ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی الفقہ الاکبر کے
حوالہ نقل کیا ہے واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق اور ص ۱۳۰، ص ۲۳۲ میں حافظ ابن
تیمیہؒ کا حوالہ نقل کیا ہے کہ الاحادیث متواترۃ علی عود الروح الی البدن وقت السوال اھ
اور ص ۱۲۹ میں حافظ ابن القیمؒ کے حوالہ سے لکھا ہے ومعلوم ان ھذا کلہ
للبدن بواسطۃ الروح اھ اور ص ۱۵۵ میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے
لکھا ہے کہ والایمان بملک الموت یقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد
فی القبور الخ اور ص ۱۵۵ میں حضرت امام نوویؒ سے اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ نقل کیا ہے
بعد اعادۃ الروح الیہ او الی جزء منہ الخ اور ص ۱۵۸ میں حافظ ابن حجرؒ کا
حوالہ نقل کیا ہے کہ جمہور فرماتے ہیں تعاد الروح الی الجسد او بعضہ الخ
اور ص ۱۶۰ میں علامہ عینیؒ نے نقل کیا ہے کہ اکثر اہل السنۃ یہ فرماتے ہیں ان الارواح
تعاد الی الاجساد اھ اور ص ۱۶۵ میں علامہ آلوسیؒ کا حوالہ نقل کیا ہے والجمہور علی

عود الروح الی الجسد او بعضہ اھ اور ص ۱۶۶ میں علامہ سبکیؒ کا حوالہ نقل کیا ہے ان
حیاۃ جمیع الموتی بارواحھم واجسامھم فی قبورھم لا شک فیھا الخ
ص ۱۶۶ میں امام الحرمینؒ کے حوالہ سے سلف امت کا اتفاق اس پر نقل کیا ہے واحیاء الموتی
فی قبورھم ورد الارواح فی اجسادھم۔ اور ص ۱۶۷ میں مواقف کے حوالہ سے
لکھا ہے واحیاء الموتی فی قبورھم اور ص ۱۶۹ میں شرح مواقف کے حوالہ سے
لکھا ہے واذا ثبت التعذیب ثبت الاحیاء الخ اور ص ۱۷۰ میں فتح القدیر کے حوالہ سے
لکھا ہے۔ الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیوۃ بقدر
ما یحس بالالم الخ و ص ۱۸۳ میں امام غزالیؒ کا حوالہ نقل کیا ہے ولا یبعد ان
تعاد الروح الی الجسد فی القبر الخ اور ص ۱۸۹ العرف الشذی کا حوالہ نقل کیا
ہے کہ عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور یہی قول مشہور ہے۔ اور ص ۱۹۱
فتاویٰ دار العلوم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا
کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے وغیرہ وغیرہ دیگر متعدد حوالے اسی میں دیکھ لیں الحاصل
حضرات فقہاء کرامؒ اور متکلمینؒ قبر میں حس ادراک شعور اور حیات اعادۂ روح الی الجسد کی بنا
پر تسلیم کرتے ہیں۔ مگر جناب نیلوی صاحب ان اکابر میں سے کسی ایک کی بات سننے پر آمادہ
نہیں انہوں نے الکتاب المسطور ص ۲۲/۱۸ تا ص ۲۷ میں غیر متعلق اور غیر واضح حوالے جوڑ کر سارا
زور اس پر صرف کیا ہے کہ روح کا بدن عنصری سے تعلق نہیں بلکہ ان اجزائے اصلیہ
سے ہے جن سے انسان بنایا گیا اور جو بوسیدہ نہیں ہوتے مثلاً عجب الذنب (یعنی
دم گزہ) مگر یہ ساری کاوش بے سود ہے اس لیے کہ جن مُردوں کے اجزاء خاک ہو جاتے
ہیں یا جن کو درندے پرندے اور مچھلیاں وغیرہ جا کر کھا... تو یہ اگر ان کے مانے یہ

بات کہی جائے تو حضرات متکلمینؒ اور فقہاء عظامؒ نے باطل فرقوں کے جواب میں بطور تخلص کے یہ جواب ذکر کیا ہے لیکن روح کا یہ تعلق پھر بھی تو بالآخر بدن عنصری ہی کے اجزاء سے رہا نہ کہ بدن مثالی کے اجزاء سے کما لا یخفی قطع نظر اس کے بے شمار مُردے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اجساد عنصریہ صحیح و سالم ہوتے ہیں تو ان کی طرف ارواح کے اعادہ میں کیا اشکال ہے؟ اور ان کے لیے عجب الذنب (دم گزہ) اور ذرات کے ساتھ حیات کے تعلق کا کیا داعیہ اور مجبوری ہے؟ جناب نیلوی صاحب نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قبور میں اجساد عنصریہ کے بالکل صحیح سلامت بلا تغیر و تبدل کو کتاب المسطور ص۹ میں اجمالاً تسلیم کیا ہے اور ص۲۰۱/۲۲ پر یہ عنوان قائم کیا ہے، سلامت اجساد انبیاء ہم امت مسلمہ میں مسلم ہے اور پھر ص۲۱۱/۲۲ تا ص۲۱۸ اس پر متعدد حوالے اور حدیثیں نقل کی ہے اور پھر ص۲۰۶ میں تفسیر مظہری کے حوالہ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ حافظ قرآن کا جسم بھی قبر میں محفوظ رہتا ہے اور پھر قتادہؒ سے نقل کیا ہے کہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا اس کا جسم بھی محفوظ رہتا ہے اور زمین اس کو نہیں کھاتی تو گزارش ہے کہ جن کے اجسام قبور میں محفوظ ہیں ان کی طرف تو اعادۂ ارواح کو تسلیم کر لیں جیسا کہ احادیث متواترہ، حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور امت کا عقیدہ اور مسلک ہے اور ان کے صحیح اور صریح اقوال سے یہ ثابت ہے۔

جناب نیلوی صاحب آخرت کی فکر کیجیے اور مرنے سے قبل ہی صحیح اور متواتر احادیث حضرات فقہاء کرامؒ حضرات متکلمینؒ اور جمہور امت پر اعتماد بحال کیجیے ان شاء العزیز پشیمان تو آپ ضرور ہوں گے مگر بہت سے سادہ لوح، ضدی اور متعصب لوگوں کو گمراہ کر کے بقول غالبؒ ؎

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ — ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ظلم عظیم

قارئین کرام! صد افسوس اور ہزار بار حیرت ہوتی ہے جناب نیلوی صاحب کی تحقیق اور ہٹ دھرمی پر کہ وہ مومن تو ہے درکنار کفار کے اجسام کے ذرات میں تک حس و ادراک تسلیم کر کے انہیں سزا یافتہ مانتے ہیں مگر جب باری آتی ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تو ان کے اجساد مبارکہ کو صحیح سلامت مانتے ہوئے بھی ان کے ابدان سے ارواح طیبات کا تعلق نہیں مانتے اور واضح الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ ان کے اجساد عنصریہ میں روحیں نہیں ہیں الخ (الکتاب المسطور ص۹/۱) یہ ہے جناب نیلوی صاحب کا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے عشق و محبت لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مگر وہ کر سکتے ہیں ؎

گو کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی — یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا!

فتویٰ مفتی اعظم ہندؒ

یہ عنوان قائم کر کے جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت استاذی و شیخی مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ الکفایت المفتی ص۹۸/۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ انبیاء کرام صلوٰت اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے دُنیا کے اعتبار سے وہ سب اموات میں داخل ہیں اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اس کی صریح دلیل ہے الخ (الکتاب المسطور ص۲۵۰/۱) اس کے بعد کفایت المفتی کے حوالہ سے دو تین فتوے اور نقل کیے ہیں۔

الجواب: جناب نیلوی صاحب کی حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی عبارت میں لفظ برزخی زندگی سے کیا مراد ہے؟ اور وہ اس سے کیا سمجھے ہیں؟ اگر ان کی مراد یہ ہے

کہ آپ کی زندگی قبر اور برزخ میں ہے اور دنیوی زندگی کے تمام آثار اور لوازمات اس میں نہیں پائے جاتے کہ دیکھنے والوں کو محسوس ہوں تو بجا ہے اس کا کون منکر ہے؟ اور اگر یہ مراد ہو کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی عبارت میں برزخی زندگی سے یہ مراد ہے کہ روح مبارک کا قبر شریف میں جسد اطہر سے تعلق نہیں اور آپؐ عند القبر صلوٰۃ والسلام نہیں سنتے تو قطعاً باطل ہے بجائے اس کے کہ ہم کسی اور کی عبارت سے اس کی تشریح کریں خود حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ ہی کی کفایت المفتی کی عبارت کو ہم حکم تسلیم کرتے ہیں

سوال :- مولود میں لفظ یا رسول اللہ السلام علیک . یا حبیب سلام علیک پکار کر کہنا اس غرض سے کہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک محفل میلاد میں آتی ہے لہٰذا برائے تعظیم کھڑے ہو کر لفظ مذکور کو پکار کر کہتے ہیں. آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول و یا حبیب ندا کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے اور آپؐ تک ہماری ندا اور خطاب پہنچ جاتا ہے۔ جائز اور درست ہے کیونکہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ و تقدس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ[1] مقرر فرما دیا ہے کہ اس کو ایسی قوت سامعہ عطا فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت نبوی میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرتؐ جواب دیتے ہیں (اور پھر آگے نزل الابرار کے حوالے سے صحیح حدیث[2] نقل کر کے اس کا ترجمہ نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں) ہاں اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجوہ سے یہ خیال باطل ہے. اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر

---

[1] ہمارا استدلال یہ روایت نہیں اس کے ضعف پر ہم نے تبرید النواظر ص ۱۸۵ میں مفصل بحث کی ہے ہمارا استدلال حضرت مفتی صاحبؒ کے فتویٰ اور عبارت سے ہے۔

[2] عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع پر سب کا اتفاق ہے جناب نواب صاحب [illegible] اور حضرت مولانا [illegible] [illegible] اور دیگر حضرات [illegible]

قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولود میں آپؐ کی موجودگی بدن اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف و علم کے؟ پہلی صورت بداہتہً باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے کہ آن واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہونا اس طرح کہ گویا آپؐ حاضر و ناظر ہیں یہ خاصۂ ذات احدیت ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے الخ بلفظہٖ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱)

قارئین کرام! جناب نیلوی صاحب کے استاذ محترم مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی اس عبارت سے یہ امور صراحت و وضاحت سے ثابت ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں

(۲) آپؐ قبر مبارک میں زندہ ہیں اور یہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔

(۳) آپؐ کی زندگی روح مبارک کے اس جسد اطہر کے ساتھ تعلق سے ہے جو قبر شریف میں ہے۔

(۴) اگر اس جسد اطہر سے روح مبارک کی مفارقت اور جدائی مانی جائے تو آپؐ کا قبر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔

(۵) اور آپؐ کو قبر مبارک میں زندہ نہ تسلیم کرنا یا کم از کم زندگی میں فرق ماننا باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم

یہ سب باتیں حضرت مفتی اعظم ہند کی اپنی عبارت میں موجود و مذکور ہیں۔

جناب نیلوی صاحب! خدارا بتائیں کہ آپ کے استاد محترم کیا فرماتے ہیں اور آپ کیا کہتے ہیں؟ اور آپ اہل سنت والجماعت اور اپنے استاد محترم کے مسلک کو چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (معاذ اللہ تعالیٰ) توہین کے مرتکب بھی ہیں اور آپ کی توہین کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا جناب نیلوی صاحب! آپ تعصب عناد اور انا کو چھوڑ دیں اپنے اور اپنے بعض جذباتی اور سطحی از جان سے حواریوں کے ایمان کی فکر کریں ہمیں آپ کی اور آپ کے حواریوں کی خیر خواہی مطلوب ہے نہ کہ بدخواہی ؎

کہو یارو تمہیں کیسا لگے ہے؟ وہ ظالم جو مجھے اچھا لگے ہے

مطالبہ: بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے تسکین الصدور وغیرہ میں جو چیلنج کیا تھا اس سے جناب نیلوی صاحب خوب سرپٹائے۔ بوکھلائے اور سیخ پا ہوئے ہیں مگر اس کا جواب تاہنوز نہیں دے سکے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ بلاشبہ بے شمار علماء امت اور اکابر فقہاء نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعد از وفات زندگی پر برزخی حیات کا اطلاق کیا ہے اور کسی کو اس سے انکار نہیں اور نہ انکار کی گنجائش ہے بلاوجہ جناب نیلوی صاحب نے برزخی حیات کے اثبات کے لیے الکتاب المسطور اور ندائے حق وغیرہ میں صفحات کے صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ لیکن ان تمام بزرگوں میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند القبر صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے اور قبر مبارک میں آپ کے جسد اطہر کا روح مطہر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر سچے جناب نیلوی صاحب ہیں اور ہم ثم آلغیر ہیرا پھیری کے کم از کم ایک ہی حوالہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات برزخیہ تسلیم کرنے والوں سے صریح الفاظ میں یہ بتا دیں

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسد اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ عند القبر صلوٰۃ والسلام نہیں سنتے جان چھڑانے کے لیے یہ لکھ دینا کہ دلیل مثبت پر ہوتی ہے نافی پر نہیں ہوتی محض طفل تسلی ہے جس سے کوئی بھی سمجھدار مطمئن نہیں ہو سکتا بات لگی لپٹی بغیر کہیں ؎

تو ہم بتائیں غنچہ و گل میں ہے فرق کیا! اک بات ہے کہی ہوئی اک بے کہی ہوئی

ہم پہلے باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ جو حضرات حیات دنیویہ کا جملہ بولتے ہیں تو ان کی مراد ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی یا قبر مبارک میں بھی اسی طرح کی حیات ہے جو بعینہ دنیا میں تھی کہ ہر ایک کو وہ محسوس و مدرک تھی اور دنیوی زندگی کے تمام لوازم اس سے وابستہ ہیں جیسا کہ شیعہ اثنا عشریہ اور بریلوی حضرات ازواج مطہرات سے شب باشی تک کا دعوے کرتے ہیں اہل حق برزخی کے ساتھ دنیوی کا اطلاق محض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ واضح ہو جائے کہ قبر شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا اس جسد اطہر سے تعلق ہے جو آپ کو دنیا میں حاصل تھا نہ تو صرف روح کی حیات ہے اور نہ روح مبارک کا جسد مثالی سے تعلق ہے کیونکہ جب امت مسلمہ کے اتفاق سے آپ کا جسد مبارک شریف میں موجود و محفوظ ہے تو اس کے ہوتے ہوئے جسد مثالی ماننے کا کیا داعیہ ہے؟ قارئین کرام اس بات کو بخوبی سمجھنے کی کوشش کریں جناب نیلوی صاحب آپ حضرات کو اہل السنت والجماعت کی سیدھی لائن اور صراط مستقیم کی بہاروں سے ہٹا کر سنسان جنگل میں پھینکنے کا اُدھار کھائے بیٹھے ہیں ؎

بہاریں لے کے آئے تھے جہاں تم
وہ گھر سنسان جنگل ہو گئے ہیں

اجساد مثالیہ

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اجساد مثالیہ کا ہمیں انکار نہیں جہاں ابدانِ عنصریہ نہ جا سکیں وہاں وہ ارواح کا مرکب اور سواری بن سکتے ہیں جیسا کہ حضرات شہداء کی ارواح کے لیے طیور کا لفظ وارد ہوا ہے لیکن ارواح ان میں تدبیر نہیں کرتیں جیسا کہ دنیا میں اجسادِ عنصریہ میں تدبیر کرتی تھیں جناب نیلوی صاحب نے بلا ضرورت اور بلا وجہ الکتاب المسطور ج ا ص ۱۲۱ میں عمدۃ القاری (اور لطف کی بات ہے کہ ہماری طرف سے تسکین الصدور میں حضرات محدثین کرامؒ سے تصحیح کے ساتھ اعمشؒ کی روایت پیش کی گئی تو نیلوی صاحب نے اس میں بلا وجہ کیڑے نکالے اور خود ص ۱۲۱ میں اعمشؒ کی روایت استدلال میں پیش کرتے ہیں اور ایسی چپ سادھ لی ہے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ صفدر) شرح الصدور، حاشیہ ترمذی اور روح المعانی سے کچھ روایات نقل کرتے ہیں جن سے اجساد مثالیہ کا ثبوت مطلوب ہے اور پھر ص ۱۵ ج ۱ میں سوال و جواب کی صورت میں روح کے جسد مثالی میں داخل ہونے کا اثبات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مجتہد نہیں ہیں یا یہ اجتہاد کا نہیں رکھتے ہم تو سلف صالحینؒ کی بات کر کے اس پر کاربند ہو جاتے ہیں جب حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ کے طریق سے ہمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان معلوم ہو گیا پھر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سلف و خلف کے نزدیک بھی یہی مسلک صحیح ہے کہ ان ابدان محسوسہ سے نکل کر روح دوسرے مثالی جسم میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر انکار کی ہمیں کوئی گنجائش نہیں ہاں اگر کوئی پرویزی ذہن کا نہ مانے تو ہم اس کو منوا لینے کے مکلف نہیں (ص ۱۵ ج ۱)

الجواب: سبحان اللہ تعالیٰ جناب نیلوی صاحب کا معصومانہ انداز تو ملاحظہ کیجئے کہ اہل السنت والجماعت کا حق و منصور مسلک جو قرآن کریم، احادیث متواترہ حضرات فقہاء کرامؒ اور متکلمین عظامؒ کی تصریحات سے مؤید ہے کہ ارواح کا تعلق قبور میں اجساد عنصریہ سے ہے اور ارواح قبور میں

انہیں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں چھوڑ کر بلا وجہ سلف و خلف کا نام لے کر ان کا دامن پکڑنے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں اور صحیح و متواتر احادیث کا انکار اور غلط تاویل بلکہ تحریف کر کے دوسروں کو پرویزی ذہن کا طعنہ دیتے ہیں سچ ہے ؎ ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند۔

اور مزے کی بات یہ ہے کہ نہ تو شرح الصدور کی روایت کی سند اور اس کی صحت و اتصال بیان کرنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں اور نہ ہی حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کی بیان کردہ روایت کی

؎ اللہ ری تیری جنبش مژگان ستم کیش ۔۔۔ اک پل میں کیے تو نے دو عالم تہ و بالا

جناب نیلوی صاحب! گزارش ہے کہ جن روایات سے آپ نے سبز رنگ کے پرندوں اور اجساد مثالیہ کا اثبات کیا ہے ان سے آپ کو کیا فائدہ؟ آپ کا فائدہ تو جب ہے کہ ارواح کا اجساد عنصریہ سے کوئی تعلق نہ ہو جس کی وجہ سے قبر میں حیات ثابت ہوتی ہے اور یہی حیات جناب نیلوی صاحب کی موت ہے اور قبر میں ثواب و عذاب اجساد مثالیہ سے متعلق ہو۔ جب کہ احادیث صحیحہ متواترہ اور اہل السنت والجماعت کے نزدیک ارواح کا تعلق ابدان عنصریہ سے قائم ہے تو سبز رنگ کے پرندے اور اجساد مثالیہ ارواح کے لیے صرف مرکب اور سواری ہی ہو سکتے ہیں جو قبر سے باہر کا معاملہ ہے جیسا کہ ہوائی جہاز یا ریل اور موٹر وغیرہ کے اندر سیٹوں پر بیٹھ کر لوگ سفر کرتے ہیں یا گھوڑے وغیرہ کے اوپر سوار ہو کر چلتے پھرتے ہیں خود آپ نے ص ۱۱ میں نقل کیا ہے۔

لفظ فی جوفِ طیر خضر بمعنی علی فیکون الارواح علی اجواف طیر خضر الخ

کہ فی بمعنی علی ہے یعنی ارواح سبز رنگ کے طیاروں کے پیٹوں (یعنی گدوں اور سیٹوں) پر سوار ہو کر سیر کرتی ہیں۔

لیکن یہ تعلق تدبیر بدن کا نہیں کہ ارواح ابدان مثالیہ میں تدبیر کرتی ہوں، بلکہ محض

سواری ومرکب کا ہے غرضیکہ ابدان عنصریہ کے ساتھ ارواح کا تعلق ماننے سے کوئی مخلص اور چھٹکارا نہیں ؎

پا بہ گل سب ہیں رہائی کی کیسے تدبیر کروں؟ — دست بستہ شہر میں کھولے میری زنجیر کون!

جناب نیلوی صاحب کی بوکھلاہٹ

جناب نیلوی صاحب نے تسکین الصدور اور سماع الموتٰی وغیرہ کے مضبوط، قوی، صریح اور واضح دلائل اور براہین سے بالکل کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرکے اور لاجواب و قاصر ہو کر اپنی خفت مٹانے کے لیے اب حربہ یہ اختیار کیا ہے کہ کہیں راقم اثیم کی کتابوں میں تعارض و تضاد ثابت کرنے کی بے جا کاوش کی ہے اور کہیں یہ الزام عائد کیا ہے کہ فلاں راوی کے بارے یہ جرح کا کلمہ چھوڑ دیا ہے اور کہیں یہ کہ محمدؒ بن اسحاقؒ پر احسن الکلام میں سخت جرح کی ہے اور پھر تسکین الصدور میں اس سے استدلال کیا ہے اور کہیں یہ کہ حضرت قتادہؒ کی احسن الکلام میں توثیق و تعریف کی ہے مگر سماع الموتٰی میں اس کو قدری اور بدعتی کہا ہے اور کہیں یہ کہ اپنی بعض کتابوں میں کتب حدیث کے طبقۂ ثالثہ کو مسترد کیا ہے اور دوسری کتابوں میں خود ہی اس طبقہ کی روایات سے استدلال ہے وغیرہ وغیرہ۔

غرضیکہ بجائے تسکین الصدور اور سماع الموتٰی وغیرہ کتابوں میں نقل کردہ ٹھوس دلائل کے صحیح اور معقول جوابات دینے کے راقم اثیم اور راقم کی کتابوں پر بے اعتمادی پیدا کرنے کیلئے سطحی اور جذباتی قسم کے حواریوں کے جذبات کو یوں اُبھارا ہے کہ اس کی کتابوں میں تعارض و تضاد ہے کہیں کچھ لکھتا ہے اور کہیں کچھ لہٰذا وہ اور اس کی کتابیں قابل اعتبار نہیں لیکن بحمد اللہ تعالیٰ دنیا میں فہم و بصیرت والے بھی موجود ہیں وہ خود ہی فریقین کی کتابوں کا موازنہ کرکے کھری اور کھوٹی بات کی تمیز کر سکتے ہیں ہمیں کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں

عطر آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اور اب تو راقم اثیم اور اس کی کتابوں کی مفروض اغلاط کو اشتہارات کے ذریعہ ان کے حواریوں نے ملک کے کونے کونے میں پہنچانے کی سعی کی ہے اور اس خدمت دین میں وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں اور ایک دوسرے پر بازی لے جانے کے ہمہ وقت خواہاں ہیں اچھا کرتے ہیں ؎

حسینوں کی وفا کیسی جفا کیا — جو دل آیا تو پھر اچھا برا کیا

انشاء اللہ العزیز زندگی رہی تو آئندہ حصص میں جناب نیلوی صاحب کے قائم کردہ تضادات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔ فی الحال ایک تضاد ملاحظہ کیجیے۔

جناب نیلوی صاحب کا مفروض تعارض

جناب نیلوی صاحب نے اپنے جذباتی حواریوں کو تسکین الصدور وغیرہ راقم اثیم کی کتابوں پر بزعم خویش تعارض اور تضاد بھی کشید کرکے بتائے ہیں تاکہ بداعتمادی پیدا کی جا سکے۔

چنانچہ وہ ایک مقام پہ لکھتے ہیں کہ

مگر محترم کا دور گفتہ کلام ملاحظہ ہو

تعارض: محترم جناب مولانا صاحب نے تسکین الصدور طبع اول ص۸۱ میں خود تحریر فرمایا ہے کہ زندہ سے مراد اس مقام پہ وہ زندہ نہیں جس میں روح داخل ہو اور اس سے اختیاری طور پر افعال سرزد ہوں مگر ص۹۲ میں اس کے خلاف لکھ دیا کہ فرشتوں کو جواب دینا ایک اختیاری فعل ہے اور بدون روح کے اس کا تصور نہیں ہو سکتا، اب معلوم نہیں پہلی بات صحیح ہے یا پچھلی بلفظہٖ (الکتاب المسطور ص۲۰۵)

الجواب: جناب نیلوی صاحب کا یہ بیان بھی دیگر مضامین کی طرح خالص مجذوبانہ

ہے اس لیے کہ صـ۸۱ کی پوری عبارت یہ ہے (پہلے عبدالحکیم علی الخیالی کا حوالہ ہے پھر
لکھا ہے کہ) مولانا سیالکوٹیؒ نے بھی قبر میں کچھ ارشاد فرمایا جو دیگر علماء عقائد اور متکلمینؒ کہتے ہیں کہ
عذاب اور آرام کا تعلق تو بدن مادی اور عنصری کے ساتھ ہے اور وہ بھی حیات کے بعد
نہ بایں طور کہ وہ جماد کا جماد ہے اور اس میں سرے سے حیات ہی نہ ہو ہاں یہ بات جدا
ہے کہ زندہ سے اس مقام پر وہ زندہ مراد نہیں جس میں سو فیصدی روح داخل ہو اور اس سے
اختیاری طور پر افعال صادر ہوں کہ دوسرے لوگ بھی اس کا احساس کر سکیں جیسا کہ دنیا میں تھا
یا قیامت کو ہوگا بلکہ زندہ سے اس مقام پر زندہ مراد ہے جس میں ایسا ادراک و شعور پیدا کر
دیا جائے جس سے اس کو عذاب و آرام اور الم و لذت کا ادراک اور احساس ہو سکے ۔
جب یہ کیفیت اس میں متحقق ہو جائے تو وہ زندہ کہلائے گا نہ کہ جماد انتہیٰ بلفظہٖ
قارئین کرام ! اس عبارت کو بھی بغور پڑھیں اور پھر صـ۶۳ میں شرح فقہ اکبر صـ۱۲۱ کی عبارت
کا ترجمہ اور اس کی تشریح بھی ملاحظہ فرمائیں (حضرت ملا علی ن القاریؒ فرماتے ہیں) ترجمان لے
کہ اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کے اندر ایک گونہ زندگی پیدا
کر دیتا ہے جس سے وہ تکلیف اور لذت محسوس کرتا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے
کہ کیا روح اس کی طرف لوٹائی جاتی ہے؟ امام صاحبؒ سے اس سلسلہ میں توقف نقل کیا
گیا لیکن ان کا کلام اس جگہ اعادۂ روح پر دلالت کرتا ہے کیونکہ فرشتوں کو جواب دینا
ایک اختیاری فعل ہے اور بدون روح کے اس کا تصور نہیں ہو سکتا (اھ شرح فقہ اکبر)
اعادۂ روح کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ روح کا تعلق بکمالہٖ جسم سے ہو جیسا کہ دنیا میں تھا
یا آخرت میں ہوگا اس میں اختلاف ہے اگر حضرت امام صاحبؒ سے توقف کا قول
کسی معتبر طریقہ سے ثابت ہے تو اس سے یہی پہلی صورت مراد ہوگی اور پہلے امام نوویؒ

کے حوالہ سے عرض کیا جا چکا ہے کہ حق یہ ہے کہ قبر میں اعادۂ روح کی یہ صورت نہیں ہوتی
اور دوسری صورت یہ ہے کہ اعادۂ روح سے فی الجملہ تعلق مراد ہو جیسا کہ شیخ الاسلام ابن
تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ کی صریح عبارات کے حوالہ سے یہ بات نقل کی جا چکی ہے اور یہ اعادہ
صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں اھ بلفظہٖ انصاف
سے فرمائیں کہ ان مفصل عبارات میں کیا تعارض ہے؟ کیونکہ فرشتوں کو جواب دینا ایک
اختیاری فعل ہے اور بدون روح اس کا تصور نہیں ہو سکتا اس میں اس اختیاری فعل کا اثبات
ہے جس کے ذریعہ مقبور فرشتوں کو جواب دے سکے اور صـ۸۱ کی عبارت میں ہے ۔ اس
مقام پر وہ زندہ مراد نہیں جس میں سو فیصدی روح داخل ہو اور اس سے اختیاری طور پر افعال
صادر ہوں کہ دوسرے لوگ بھی اس کا احساس کر سکیں جیسا کہ دنیا میں تھا یا قیامت کو ہوگا اھ
اس مفصل عبارت میں ایسے افعال اختیاریہ کی نفی ہے جنہیں لوگ دیکھ سکیں اور ان کا احساس
کر سکیں صد افسوس ہے کہ جناب نیلوی صاحب کو لفظ تعارض و تضاد تو آتا ہے مگر اس
کی حقیقت اور معنیٰ سے بالکل بے خبر ہیں اور حیرت ہے کہ اس محقق اور خادم قرآن کو اردو
عبارات سمجھنے کی اہلیت اور سلیقہ بھی حاصل نہیں لیکن بے سوچے سمجھے الزام عائد کرنے
کا شوق ضرور ہے ؎

ستم کی رسمیں بہت تھیں لیکن نہ تھی تری انجمن سے پہلے
سزا خطائے نظر سے پہلے عتاب جرم سخن سے پہلے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بعد ازیں گزارش ہے کہ آنجناب کی علمی خدمات اور فرق باطلہ کے خلاف محققانہ وعالمانہ تصنیفات امت مسلمہ پر عموماً اور مسلک علماء دیوبند سے تعلق رکھنے والوں پر خصوصاً احسان عظیم ہے مگر بعض حضرات نے آنجناب کی تصنیفات میں تعارض وتضاد ثابت کیا ہے اس لیے آنجناب سے وضاحت مطلوب ہے کہ اگر واقعتاً تضاد ہے تو اس کی اصلاح کی درخواست ہے اور اگر تضاد نہیں بلکہ محض تعصب کی بنا پر تضاد ثابت کیا گیا ہے تو علمی انداز میں اس کا جواب عنایت فرماویں تاکہ فرق باطلہ کا منہ بند کیا جاسکے تضادات واعتراضات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ احسن الکلام ص۹۱ ج۱ تا ۹۲ پر تفصیلاً لکھا ہے کہ مستور کی روایت حجت نہیں اور تسکین الصدور ص۳۱۸ میں مستور کی روایت سے حجت پکڑی ہے۔

۲۔ احسن الکلام ص ج۲ تا ۴۳ میں ہے کہ محمد بن اسحٰق کذاب اور دجال ہے۔ مگر تسکین الصدور ص۳۲۹ میں مستدرک حاکم والی روایت سے حجت پکڑی ہے جس میں محمد بن اسحاق ہے۔

۳۔ تسکین الصدور میں ایک راوی کی ثقاہت نقل کرکے جرح والا کلمہ چھوڑ دیا ہے اور فتح الباری سے اپنے مقصد کی عبارت نقل کر دی۔

۴۔ احسن الکلام میں ایک راوی کا نام عثمان بن عمر کے بجائے عمر بن عثمان بنا دیا ہے۔

۵۔ قتادہ کو احسن الکلام میں اجلہ التابعین واعلام الاسلام بتایا ہے اور سماع موتی ص۲۱۲ میں بدعتی ثابت کیا ہے۔

۶۔ راہ سنت ص۱۴۳ میں لکھا ہے کہ طبقہ ثالثہ کی روایات کو محدثین قبول نہیں کرتے اور خود من صلی علی عند قبری طبقہ ثالثہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

العارض

محمد نعیم اللہ خادم مدرسہ اشرف العلوم باغبانپورہ گوجرانوالہ

۸ مارچ ۱۹۸۶ء / ۲۶ جمادی الاخری ۱۴۰۶ھ

باسمہ سبحانہ

من ابی الزاہد

الی المحترم المقام جناب مولانا مفتی محمد نعیم اللہ صاحب دام مجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج سامی؟

آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا یاد آوری اکرم فرمائی، حسن ظنی اور ذرہ نوازی کا صمیم قلب سے ہزار شکریہ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ محترم! راقم اثیم کی تصنیفات کے بارے آپ نے اور پاک و ہند کے دیگر اکابر علماء کرام نے جو رائے ظاہر فرمائی ہے خدا تعالیٰ کرے کہ ایسا ہی ہو لیکن اس میں راقم اثیم کا کوئی کمال نہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور آپ جیسے مخلص بزرگوں اور ساتھیوں کی نیک دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ محترم: لایعنی اعتراضات سے اسلام کا کونسا ذخیرہ محفوظ رہا ہے؟ کیا دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کا وجود حوال

باب قرآن کریم پر اعتراضات کے لیے وقف نہیں ہے۔ اور کیا منکرین حدیث نے صحاح ستہ کی احادیث پر کند چھری نہیں چلائی؟ اور کیا حضرات صحابہ کرامؓ پر رافضیوں نے مطاعن و مثالب کی مصنوعی بارش نہیں برسائی؟ اور کیا حضرات ائمہ فقہاءؒ منکرین فقہ کے تیروں سے محفوظ رہے ہیں؟ محترم! نرے اعتراضات سے اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالنے اور عوام الناس کو مغالطہ دینے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے عقل کی کسوٹی اسی لیے عطا فرمائی ہے کہ صحیح و غلط اور حق و باطل کی پرکھ ہو سکے۔ محترم! منقول کردہ اعتراضات خالص مغالطے اور محض بے جان ہیں اختصاراً ہم بحول اللہ تعالیٰ و قوتہٖ جوابات عرض کرتے ہیں

ص۱ احسن الکلام میں مستور کی روایت کے حجت نہ ہونے کی بحث اپنے مقام اور موقع پر بالکل درست ہے اور تسکین الصدور ص۲۱۸ میں جس راوی سے ہم نے استدلال کیا ہے وہ ہماری تحقیق میں مستور و مجہول نہیں بلکہ ہم نے اصول حدیث کے ضابطہ سے اسے معروف ثابت کیا ہے اور باحوالہ لکھا ہے کہ وہ معروف ہے ملاحظہ ہو تسکین الصدور ص۲۱۸

اور پھر ہم نے ص۲۱۸ میں لکھا ہے کہ

اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ اور معروف ہیں اور محدثینؒ کی خاصی جماعت اس حدیث

ےہ شاید جناب خیلوی صاحب وغیرہ حضرات شیعہ کے ایک بڑے عالم، محدث، مؤرخ اور مجتہد علامہ نوری طبرسی کی کتاب فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب دیکھی ہوگی جس میں انھوں نے بزعم خویش دو ہزار سے زیادہ خود ساختہ، تراشیدہ اور موضوع روایات سے جن کو انھوں نے متواتر اور مستفیض کا درجہ دیا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کمی بیشی، تغییر و تبدیل اور تحریف ثابت کی ہے اور اس پر بغیر کسی نکیر کے تمام متقدمین اور متاخرین شیعہ علماء کا اتفاق و اجماع نقل کیا ہے۔ مصنف جمادی الاخری سنہ ۱۲۹۲ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوا ہے۔

کو صحیح مانتی اور کہتی ہیں حافظ ابن حجرؒ و ابوالشیخؒ کی مذکور سند کے بارے فرماتے ہیں اسنادہ جید۔ (فتح الباری ج۲ ص۲۵۲) علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں و سندہ جید (القول البدیع ص۱۲۹) حضرت ملا علی القاریؒ بھی اس کو بسند جید فرماتے ہیں (مرقات ج۲ ص۱۰) نواب صدیق حسن خانؒ بھی فرماتے ہیں اسنادہ جید (دلیل الطالب ص۹۴۲) مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ بھی اس کو بسند جید فرماتے ہیں (فتح الملہم ج۱ ص۲۳۰) ان اکابر محدثینؒ نے جن میں حافظ ابن حجرؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جن کی تقریب اور تہذیب التہذیب پر آج رواۃ کی توثیق و تضعیف کا مدار ہے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے الخ

محترم! راقم اثیم کی اس اصولی اور باحوالہ بحث کے بعد راقم پر یہ الزام کہ مستور کی روایت سے استدلال کر رہا ہے انصاف و دیانت کا چراغ ہے یہ خون بہانا ہے اگر کسی مجذوب کی اپنی ذاتی اور اختراعی تحقیق یہ ہو کہ وہ ان محدثین کرامؒ پر اعتقاد نہیں کرتا اور راوی کو مجہول کہتا اور کہتا ہے تو اس سے راقم اثیم کی عبارات میں تضاد کیسے ثابت ہوا؟ راقم تو باحوالہ اور اصرار سے اسے معروف کہتا ہے۔ بہرحال اگر کسی کو شبہ پڑتا ہے تو ہم ان شاء اللہ اس کی دلجوئی کیلئے اسکو حذف کر دینگے۔

ص۲ محمد بن اسحاقؒ کے بارے معترض نے صرف لا تقربوا الصلوٰۃ کا جملہ ہی پیش نظر رکھ کر اعتراض جڑ دیا ہے سیاق و سباق کو ملحوظ نہیں رکھا ذیل کے امور کو ملحوظ رکھیں (۱) ہم نے احسن الکلام کے سبب تالیف میں یہ حوالے نقل کیے ہیں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (المتوفی ۱۳۲۳ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں بعض مدعیان عمل بالحدیث نے یہ غوغا مچایا کہ حنفیہ مفسدین صلوٰۃ اور بے نماز ہیں (ہدایۃ المعتدی ص۲) حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ بالخصوص قسم کھا کر کہے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی ان کی بیبیوں سے غیر مقلدین کو بلا طلاق نکاح جائز ہے الخ (تنقیح التنقید ص۳۵)

ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم ایسے ہی ایک غالی اور بے باک مفتی کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز
ہیں، اوّل تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہل حدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا
موصوف نے مدرک رکوع کے اعتقاد والوں کو مخلد فی النار ہونے کا حکم صادر فرمادیا تھا نتیجہ
اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہٰذا اس کی نماز نہیں جس کی
نماز نہیں وہ بے نماز ہے۔ بے نماز کافر ہے اور وہ مخلد فی النار ہے (ملفظہ اتمام الرکوع
فی ادراک الرکوع ص۱ طبع کردہ مینجر رسالہ صحیفہ اہلحدیث دہلی) (احسن الکلام طبع سوم ص۵۵/۱)
اور اب فصل الخطاب ص۱ کے جدید ایڈیشن میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے
ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے بیکار ہے اور باطل ہے بلفظہ
(احسن الکلام ص۵۵/۱ طبع سوم)

محترم! ان غالیوں کے پاس مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لیے
صریح روایت صرف اور صرف محمد بن اسحاق کی ہے گویا یہ روایت ان کے نزدیک اوّل درجہ
میں ان کی دلیل ہے اور اسی پر ان کے استدلال کا مدار ہے اس لیے راقم الحروف نے بھی کتب
اسماء الرجال سے ابن اسحاق پر کڑی جرح نقل کی ہے جو احسن الکلام ص۷۸/۲ تا ۸۴ میں پھیلی
ہوئی ہے۔ چونکہ غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ انتہائی سنگین ہے اس لیے یہ جرح نقل کی گئی ہے
(۲) غیر مقلدین حضرات کے بالکل ناروا غلو آمیز اور نہایت ہی باطل دعویٰ کے پیش نظر محمد بن اسحاق پر
پر یہ سخت جرح باحوالہ کتب اسماء الرجال نقل کی گئی ہے مگر بایں ہمہ احسن الکلام ص۸۲/۲ میں یہ بھی ہے
کہ مؤلف خیر الکلام نے جن بعض ائمہ کی بسلسلہ ابن اسحاق توثیق نقل کی ہے تو وہ مسلم ہے مگر وہ
صرف تاریخ مغازی وغیرہ کے بارے میں نہ کہ صفات اللہ، حلال وحرام، احکام دین کے بارے
میں اور مغازی میں وہ ثقہ بھی ہیں اور امام بھی اس میں نزاع نہیں ہے الخ۔ پھر آگے غیر مقلدین حضرات

کے اس سوال کا کہ علماء احناف نے بھی محمد بن اسحاق کی روایات کو معتبر سمجھا ہے یہ جواب دیا ہے
کہ کیا احناف نے محمد بن اسحاق کی روایت کو نص قرآنی اور صحیح احادیث کے خلاف حجت
سمجھا ہے اگر احناف نے اس کی روایت کو کسی موقع پر بطور حجت بھی پیش کیا ہو تو یقین
جانیے کہ تمام روئے زمین کے غیر مقلدین کو انکار اور کھلا چیلنج بھی ہرگز نہ کیا ہوگا اور نہ حلفیہ طور
پر ان کو بے عمل کہا ہوگا؟ انصاف شرط ہے الخ (احسن الکلام ص۶۶/۲) اہل علم ان عبارات
کا مفہوم بخوبی سمجھ سکتے ہیں (۳) ہم نے تسکین الصدور ص۲۳۹ میں محمد بن اسحاق کی جو روایت
پیش کی ہے وہ ساتویں دلیل ہے جب کہ چھ دلیلیں اس کے علاوہ ہیں جن میں محمد بن اسحاق
نہیں اگر یہ روایت نہ بھی ہو تو ہمارا دعویٰ باقی چھ دلیلوں سے ثابت ہے ان کی روایت
پر ہمارا دعویٰ موقوف نہیں جب کہ غیر مقلدین کا دعویٰ خلف الامام اور سورۂ فاتحہ کی قید کے ساتھ
ابن اسحاق ہی کی روایت پر موقوف ہے اور انکی یہ حدیث ان کی نمبر ایک دلیل ہے۔ علاوہ ازیں ساتویں
دلیل میں باحوالہ دو روایتیں نقل کی ہیں ایک وہ ہے جس میں ابن اسحاق ہے اور دوسری مجمع الزوائد
ص۲۱۱/۸ کے حوالہ سے یہ روایت ہے ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنہ۔ رواہ ابویعلیٰ ورجالہ
رجال الصحیح (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر البتہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ
والسلام میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے پکار کر کہیں اے محمد! تو میں ضرور ان کا جواب دوں گا)
اور اس روایت کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں جن میں محمد بن اسحاق نہیں تو معترض کا دیانۃً
یہ اخلاقی اور علمی فریضہ تھا کہ وہ اس صحیح روایت کا بھی حوالہ دیتے جس سے اہل علم یہ سمجھتے کہ
استدلال کا مدار محمد بن اسحاق کی روایت پر نہیں بلکہ وہ صرف شاہد و تائید ہے دونوں حدیثیں
مل کر ساتویں دلیل بنتی ہے ہاں البتہ یہ غلطی ضرور ہوگئی ہے کہ اگر دوسری روایت کو پہلے
نقل کر دیا جاتا اور ابن اسحاق کی روایت کو بعد نقل کر دیا جاتا تو شاید کسی مجذوب کو اعتراض

کی جرأت نہ ہوتی اب ان شاء اللہ العزیز طبع جدید میں اس کی بھی اصلاح کر دی جائے گی اور خیر الدرالمنثور ص ۲۲۵/۲ کے بجائے مسند احمد ص ۲۹/۲ غلط چھپ گیا ہے اور ان شاء اللہ العزیز اس کی بھی اصلاح ہو جائے گی غرضیکہ معترض نے ان تمام حقائق سے آنکھیں بند کر کے ابن اسحاق کی روایت کے بارے اعتراض کیا ہے۔

(۳) جب جمہور محدثین کرامؒ اور ائمہ جرح و تعدیل کسی راوی کو ثقہ کہیں اور ان میں کوئی اکیلا دو کیلئے اس راوی پر جرح کا کلمہ بولیں تو اس سے وہ راوی مجروح نہیں ہو جاتا کیونکہ الحق مع الجمہور تو ایسے جرحی کلمہ کے چھوڑنے سے راوی پر یا اس کی روایت پر کیا زد پڑتی ہے؟ اگر فتح الباری سے اپنے مطلب کی عبارت نقل کی ہے تو کیا جرم کیا ہے تمام مصنفین دوسری کی کتابوں سے صرف اپنے مطلب کے حوالے ہی نقل کیا کرتے ہیں سب عبارتیں اور ساری کتابیں کون نقل کیا کرتا ہے؟ اور کس نے نقل کی ہیں؟ ہاں مصنف کی مراد کے خلاف عبارت اور حوالہ نقل کر دینا اور مغالطہ دینا اصول تصنیف کے خلاف ہے مگر اس کا واضح ثبوت درکار ہے کہ ایسا ہوا ہے محض کسی کی فہم حجت نہیں۔

(۴) ذہن میں نہیں آیا کہ احسن الکلام میں عثمان بن عمر راوی کا ذکر کہاں ہے؟ اگر وہ مقلوب ہو گیا ہے تو نہ تو راقم اثیم معصوم ہے اور نہ کاتب۔ غلطی ہوئی تو ان شاء اللہ العزیز ضرور اصلاح کر لی جائے گی اور کتب حدیث کی اسانید میں مقلوب کی بکثرت مثالیں موجود ہیں والعصمة بید اللہ تعالیٰ۔

(۵) قتادہؒ کو احسن الکلام میں ثقہ اور احد علماء التابعین والائمة العاملین وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ بجا ہے کہ روایت میں ثقہ ہے اور سماع الموتیٰ ص ۲۱۲ میں لکھا ہے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ برملا اپنا ردی عقیدہ بیان کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ

کی تقدیر سے ہوتی ہے مگر گناہ اس کی تقدیر سے نہیں ہوتے (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۶ و ص ۱۱۷/۱۲۰) امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعیدؒ ان کو جوتی کا (بدعتی) قدری کہتے تھے (تہذیب التہذیب ص ۳۵۳/۸) محترم! جس راوی کو امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطانؒ علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ ردی عقیدہ والا اور جوتی کا قدری (بدعتی) بتائیں تو ہم انہیں کیسے سُنّی سمجھ سکتے ہیں؟ فیصلہ آپ خود کر لیں البتہ معترض اصول حدیث کا ایک واضح ضابطہ نہیں سمجھے وہ یہ ہے کہ بدعت غیر مکفرہ کے مرتکب راوی اگر ثقہ ہوں تو ان کی روایت حجت ہے جب کہ وہ بدعت کا داعیہ نہ ہو اور وہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس بدعت کے عقیدہ کا اہل السنت میں سے کوئی قائل نہ ہو اور امام سیوطیؒ فن اصول حدیث کی کتاب تدریب الراوی ص ۲۱۹ و ص ۲۲۰ میں متعدد بدعتیوں کے نام ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ھؤلاء المبتدعة ممن اخرج لھم الشیخان او احدھما۔ یہ وہ بدعتی راوی ہیں جن کی روایتیں بخاری اور مسلم دونوں یا ان میں سے ایک میں موجود ہیں۔

(۶) راہ سنت اور دیگر بعض کتابوں میں ہم نے طبقہ ثالثہ کی کتابوں کے بارے جو لکھا ہے افسوس ہے کہ معترض نے اس میں بھی قطع و برید کی ہے مثلاً ہم نے گلدستۂ توحید ص ۱۵۶ میں لکھا ہے کہ امام بیہقیؒ کی کتابیں طبقہ ثالثہ میں ہیں (عجالہ ص ۶) اور اس طبقہ کا حکم یہ ہے اور۔ اکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہاء نہ شدہ اند بلکہ اجماع بر خلاف آں منعقد گشتہ (عجالہ ص ۶) لہٰذا قرآن کریم کی سابقہ آیات اور عقیدہ میں اس کو پیش نہیں کیا جا سکتا اگرچہ یہ حدیث صحیح بھی ہو اور ظن غالب بھی یہی ہے کہ یہ سنداً صحیح ہے مگر بحث باب عقائد کی ہے۔ بلفظہٖ محترم! غور فرمائیں کہ طبقہ ثالثہ کی روایات کے رد کے متعلق چار وجوہ یہاں بیان کی گئی ہیں (۱) قرآن کریم کے مقابلہ میں وہ حجت نہیں (۲) باب عقیدہ میں خبر واحد صحیح معتبر نہیں (۳) حضرات فقہاء کرامؒ

کے ہاں اس طبقہ کی اکثر (نہ کہ کل) احادیث معمول بہا نہیں ملخ بلکہ ان کے خلاف اجماع منعقد ہے۔ اور ہم نے اس طبقہ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے اس سے مذکورہ خرابیوں میں سے کوئی بھی لازم نہیں آتی اوّلاً تو اس لیے تمام حضرات فقہاء کرامؒ عند القبر صلوٰۃ وسلام کے قائل ہیں ان میں کوئی منکر نہیں وثانیًا اس پر اجماع واتفاق واقع ہے چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں اھ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱/۱۰۳ طبع جید برقی پریس دہلی) اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جو روضۂ مبارک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضورؐ پر پیش ہوتا ہے اور آپ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں (امداد الفتاویٰ ص ۵/۱۱۰) بلکہ اس مسئلہ پر اتفاق واجماع کا اقرار جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بزرگوں کو بھی ہے چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۰ ورمئی ۱۹ میں ہے۔ باقی رہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعًا کوئی اختلاف نہ تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریبًا تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق (جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ) کے اس پہلے مسلک کی صراحت موجود ہے البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن میں سے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الّا خرق العادۃ الخ بلفظہ۔ محترم! پوری امت میں از شرق تا غرب از شمال تا جنوب پہلے شخص جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب ہیں جو عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے منکر ہیں۔ غرضیکہ ہم نے طبقہ ثالثہ کی روایت جو حضرات

محدثین کرامؒ کے نزدیک جید اور صحیح ہے۔ اس مسئلہ میں پیش کی ہے جس پر امت کا اجماع واتفاق ہے اور ظاہر امر ہے کہ امت مرحومہ کا اتفاق واجماع قرآن کریم اور صحیح حدیث کے خلاف کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور طبقہ ثالثہ کی روایت سے ہم نے استدلال کا وہاں انکار کیا ہے جہاں نصوص قرآنیہ اور عقائد سے تصادم ہو اور اجماع فقہاء اس کے خلاف ہو اور ان دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے اگر کوئی جاہل یا متعصب اس واضح فرق کو نظر انداز کرتا ہے تو بتلائے کہ ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ ہم نے اختصارًا جوابات عرض کر دیے ہیں وفیہا کفایۃ۔ حاضرین مجلس سے سلام مسنون ارشاد فرمائیں اور نیک دعاؤں میں نہ بھولیں بفضلہٖ تعالیٰ دعا رجو بھی دعاگو ہے والسلام۔

احقر ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر

خطیب جامع مسجد گکھڑ وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم

گوجرانوالہ

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ

۱۲ مارچ ۱۹۸۶ء

محقق دوراں، محدث زماں، سیف حنفیت حضرت مولانا محمد زاہد بن الحسن الکوثری المصری المتوفی ۱۳۷۱ھ کی مشہور کتاب تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب

کا اُردو ترجمہ

سراج الامت، فقیہ الملت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا

عادلانہ دفاع

حضرت ابو بکر احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب بغدادی شافعی المتوفی ۴۶۳ھ نے اپنی حدیثی اور تاریخی خدمات کے باوجود تعصب کے سیلابی ریلے میں بہہ کر تاریخ بغداد میں متروک اور ساقط الاعتبار راویوں کی روایات پر مدار رکھ کر جو من گھڑت افسانے امام اعظمؒ اور ان کے اصحاب کے متعلق پیش کیے ہیں، اور بے جا قسم کے اعتراضات اور مطاعن ذکر کیے ہیں ان کا جواب علامہ کوثریؒ نے اپنی کتاب تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب میں دیا ہے۔

علامہ کوثری کی اس کتاب کا اُردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے، تاکہ موجودہ دور کے مخالفین ابی حنیفہ اسی تاریخ بغداد سے اعتراضات لے کر جو فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا سد باب علماء کرام طلباء عظام اور دیگر عوام الناس باحسن طریق کر سکیں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

قیمت ۱۳۰/-

حافظ عبد القدوس خان قارن

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

- خزائن السنن — تقریر ترمذی
- احسن الکلام
- تسکین الصدور
- الکلام المفید
- ازالۃ الریب
- راہِ سنت
- مقام ابی حنیفہ
- اتمام البرہان
- طائفہ منصورہ
- ارشاد الشیعہ
- آنکھوں کی ٹھنڈک
- عبارات اکابر
- گلدستہ توحید
- دل کا سرور
- درود شریف — پڑھنے کا شرعی طریقہ
- احسان الباری
- تبلیغ اسلام
- چراغ کی روشنی
- مسئلہ قربانی
- عیسائیت کا پس منظر
- مقالہ ختم نبوت — قرآن و سنت کی روشنی میں
- بانی دارالعلوم دیوبند
- راہِ ہدایت
- ینابیع
- آئینہ محمدی
- تفریح الخواطر
- اتمام البرہان
- تبرید النواظر
- توضیح المرام
- تنقید متین
- شوق جہاد
- الکلام الحاوی
- ملا علی قاری
- المسلک المنصور
- الشہاب المبین
- عمدۃ الاثاث — تین طلاقوں کا مسئلہ
- شوق حدیث
- انکار حدیث کے نتائج
- مودودی صاحب کا غلط فتویٰ
- چالیس دعائیں
- اخفاء الذکر
- باب جنت
- حکم الذکر بالجہر
- اظہار العیب
- الطیب الکلام
- چہل مسئلہ
- سورۃ الارشاد والحق
- مرزائی کا جنازہ اور مسلمان

عمر اکادمی کی مطبوعات

- خزائن السنن
- بخاری شریف
- حمیدیہ
- جنت کا راستہ
- تین طلاقوں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ
- علامہ کوثری کی تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ — امام ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع